مارچ ۱۹۹۷ء

ایڈیٹر
سید مبشر احمد ایاز

باغ میں ملت کے ہے کوئی گُلِ رعنا کھلا

سیدنا حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بانیٔ سلسلہ احمدیہ

سوچنے والوں کے لئے ایک دلیل

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں :-

"اب دیکھو خدا نے اپنی حجت کو تم پر اِس طرح پورا کر دیا ہے کہ میرے دعویٰ پر ہزارہا دلائل قائم کر کے تمہیں یہ موقعہ دیا ہے کہ تا تم غور کرو کہ وہ شخص جو تمہیں اِس سلسلہ کی طرف بلاتا ہے وہ کس درجہ کی معرفت کا آدمی ہے اور کس قدر دلائل پیش کرتا ہے اور تم کوئی عیب اِفتراء یا دغا کا میری پہلی زندگی پر نہیں لگا سکتے تا تم یہ خیال کرو کہ جو شخص پہلے سے جھوٹ اور اِفتراء کا عادی ہے یہ بھی اس نے جھوٹ بولا ہوگا۔ کون تم میں ہے جو میری سوانح زندگی میں کوئی نکتہ چینی کر سکتا ہے۔ پس یہ خدا کا فضل ہے کہ جو اس نے ابتداء سے مجھے تقویٰ پر قائم رکھا اور سوچنے والوں کے لئے یہ ایک دلیل ہے۔"

(تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۶۲)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جلد 45 شمارہ 5

احمدی نوجوانوں کے لئے

ماہنامہ **خالد** ربوہ

امان 1376 ہش

مارچ 1997ء

★★★★

ایڈیٹر:
سید مبشر احمد ایاز

فہرست مضامین

23 مارچ ایک یادگار دن۔ اداریہ 2

میں وہ پانی ہوں کہ.... ملفوظات 3

نظم 4

اللہ اور لوگوں کی محبت حاصل کرنے کا نسخہ
معارف الحدیث 5

سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام
مکرم ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب 9

لیکھرام پر ایک خصوصی مقالہ
مکرم سید مبشر احمد صاحب ایاز کے قلم سے 15

تیری عاجزانہ راہیں اس کو پسند آئیں
مکرم عطاء المجیب صاحب راشد۔ لندن 33

آب دوز۔ مکرم شکیل احمد ناصر 41

رپورٹ مثالی وقار عمل۔ مرسلہ مہتمم وقار عمل 43

رابطہ آفس: دفتر ماہنامہ "خالد" دارالصدر جنوبی۔ ربوہ

قیمت۔/6 روپے ★ سالانہ۔/60 روپے

مینجر: مبارک احمد خالد

پبلشر: مبارک احمد خالد۔ پرنٹر: قاضی منیر احمد۔ مطبع: ضیاء الاسلام پریس۔ ربوہ

اداریہ

۲۳ مارچ ــــ ایک یادگار دِن

مارچ کا مہینہ ہماری جماعت اور ہمارے وطن دونوں اعتبار سے ایک خاص اہمیت کا حامل ہے۔ مارچ کا مہینہ وہ مہینہ تھا کہ جس کی تیئس تاریخ تھی کہ جب حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے دین حق کی سربلندی اور ایمان کو ثریا ستارے سے واپس لانے کیلئے خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور بن کر سلسلہ بیعت کا آغاز کیا اور یوں 23 مارچ 1889ء جماعت احمدیہ کی تاسیس کا مبارک دن ٹھہرا اور چالیس جانثاروں اور وفادار ایمانداروں کا وہ قافلہ جو دین حق کو سرفراز کرنے کیلئے چلا تو آج آکاش احمدیت پر مذہب کی ایک نئی کہکشاں بناتا ہوا چاند ستاروں کی صورت میں سینکڑوں ہزاروں نشانات سے جگمگ جگمگ کرتے ہوئے آسمان کے نیچے یہ قافلہ بڑھتا ہی چلا گیا اور قادیان کی ایک گمنام بستی سے اٹھ کر شش جہات پر محیط ہو گیا۔ دنیا کے کونے کونے میں احمدیت یعنی حقیقی .... کا نام بلند ہو رہا ہے۔ اللہ اکبر اللہ اکبر....... اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی صدائیں دنیا کے چپہ چپہ پر بلند ہو رہی ہیں اور اِسْمَعُوْا صَوْتَ السَّمَاءِ جَاءَ الْمَسِیْحُ جَاءَ الْمَسِیْحُ کی آوازیں آسمان سے سنائی دے رہی ہیں اور اب کوئی ایسا سورج اس سرزمین پر طلوع نہیں ہوتا کہ جو احمدیت کی صداقت کا ایک نشان اپنے ساتھ نہ رکھتا ہو۔

اس سال مارچ کا مہینہ صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حوالے سے ایک اور سمت بھی اپنے ساتھ لایا ہے اور وہ یہ کہ آج سے ٹھیک ایک سو سال قبل مارچ ۱۸۹۷ء میں ایک شاتم رسول ﷺ پنڈت لیکھرام کی ہلاکت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں اور پیش از وقت خبر کے مطابق ہوئی اور یوں ایک چمکتا ہوا نشان آپ کی اور دین حق کی صداقت کا احمدیت کے آسمان پر قائم ہو گیا۔ آج اس نشان پر ایک سو سال پورا ہو رہا ہے اور احمدیت کی صداقت کا ایک روشن نشان۔ اور آج حضرت امام جماعت احمدیہ کی دعائیں پھر اسی طرح کے ایک نشان کیلئے آسمان کے دروازے پر دستک دے رہی ہیں۔ خدا کرے کہ یہ تضرعات پھر اس کے دربار میں قبولیت کا شرف پائیں اور ہم ایک اور تازہ اور زندہ نشان دیکھیں کہ ازلی ابدی ہلاکت کا شکار ہونے والے ہلاک ہو جائیں اور جو موت کے پنجہ میں ہیں وہ رہائی پائیں۔ بھولے بھٹکے ہدایت کی راہ پائیں۔ آمین۔

مارچ کا مہینہ عالمگیر جماعت احمدیہ کے ساتھ ساتھ ہمارے وطن عزیز پاکستان کے حوالے سے بھی خاص اہمیت کا حامل ہے کہ 23 مارچ 1940ء کو اس کا بھی تاسیس کا دن ہے اور اس سال پچاس سال پورے ہونے پر گولڈن جوبلی کی تقریبات منائی جا رہی ہیں۔ ان پچاس سالوں میں ہمارے ملک نے کیا پایا، کیا کھویا، ایک تفصیلی داستان ہے۔ لیکن کوئی ایسا بھی حسابی پیچیدہ مسئلہ نہیں کہ سمجھ ہی نہیں آسکتا، اخبارات و رسائل روز دردناک کہانی کا عنوان بنے ہوتے ہیں۔ دینی و مذہبی سربراہوں کے کردار، سیاسی رہنماؤں کی بے بصیرتی، سرمایہ داروں کی بے حسی، نوجوان نسل کی بے راہروی، خدا اور اس کے رسول ﷺ سے بے وفائی، قائد اعظم کے اصولوں سے انحراف ــ کیا کیا کچھ ہم نے نہیں کھویا۔ ہم نے وہ سب کچھ کھویا جو نہیں کھونا چاہئے تھا اور وہ سب کچھ لے لیا جو نہیں لینا چاہئے تھا۔ ہمارا ملک اقتصادی اعتبار سے دن بدن، قدم بقدم ایک ذلت و رسوائی اور ہلاکت کے گڑھے کی طرف بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے۔ دین و دنیا کے پاکیزہ اور مقدس اصولوں سے انحراف کر کے ــ پیٹھ پھیر کے ــ اتھاہ گہرائیوں کے نرگ کی طرف یہ قوم گرتی ہی چلی جا رہی ہے۔ ایک ہمدرد دل۔ اس درد سے بے تاب ہو کر اس کو اس کی کمر سے پکڑ کر، اس گڑھے سے نجات دلانے کیلئے اپنی طرف کھینچتا ہے تو یہ اس ہمدرد کو نفرت سے دھکے دیتے ہیں اس کو پاؤں تلے روندنا چاہتے ہیں۔ اے کاش اس قوم کو سمجھ ہو۔ اے خدا تو اس قوم کو ہدایت دے۔ اے خدایا تو ہمارے وطن۔ ہمارے پیارے ملک پاکستان کی خود حفاظت کر اور ہر لٹیرے سے اس کو محفوظ رکھ اور اس کو واقعی پاکستان بنا دے۔ پاک لوگوں کے رہنے کی جگہ۔ تو اس کو کلمہ طیبہ کی سرزمین بنا دے۔ امن اور سلامتی کی سرزمین۔ ایک خدا اور ایک رسول ﷺ کے نام لیواؤں اور اس کے خوبصورت اسوہ کو اپنانے والے لوگوں کی سرزمین۔ اے خدا تو ایسا ہی کر۔

ملفوظات

مَیں وہ پانی ہُوں کہ آیا آسماں سے وقت پر

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں:۔

"اے بندگان خدا! آپ لوگ جانتے ہیں کہ جب امساک باران ہوتا ہے اور ایک مدت تک مینہ نہیں برستا تو اس کا آخری نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کوئیں بھی خشک ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ پس جس طرح جسمانی طور پر آسمانی پانی بھی زمین کے ہاتھوں میں جوش پیدا کرتا ہے اسی طرح روحانی طور پر جو آسمانی پانی ہے یعنی خدا کی وحی' وہی سفلی عقلوں کو تازگی بخشتا ہے سو یہ زمانہ بھی اس روحانی پانی کا محتاج تھا۔

میں اپنے دعویٰ کی نسبت اس قدر بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ میں عین ضرورت کے وقت خدا کی طرف سے بھیجا گیا ہوں جب کہ اس زمانہ میں بہتوں نے یہود کا رنگ پکڑا اور نہ صرف تقویٰ طہارت کو چھوڑا بلکہ ان یہود کی طرح جو حضرت عیسیٰ کے وقت میں تھے سچائی کے دشمن ہو گئے۔ تب بالمقابل خدا نے میرا نام مسیح رکھ دیا۔ نہ صرف یہ کہ میں اس زمانہ کے لوگوں کو اپنی طرف بلاتا ہوں بلکہ خود زمانہ نے مجھے بلایا ہے"۔

(روحانی خزائن جلد ۲۳ صفحہ ۴۸۶۔۴۸۷)

کیوں عجب کرتے ہو گر میں آگیا ہو کر مسیح

خود مسیحائی کا دم بھرتی ہے یہ باد بہار

منظوم کلام حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ

اَے میرے سُورج نکل باہر.....

قبضۂ تقدیر میں دِل ہیں اگر چاہے خدا
پھیر دے میری طرف آ جائیں پھر بے اختیار

ہائے میری قوم نے تکذیب کر کے کیا لیا
زلزلوں سے ہو گئے صد ہا مساکن مثلِ غار

شرط تقویٰ تھی کہ وہ کرتے نظر اس وقت پر
شرط یہ بھی تھی کہ کرتے صبر کچھ دن اور قرار

ایسے کچھ بگڑے کہ اَب بنتا نظر آتا نہیں
آہ کیا سمجھے تھے ہم اور کیا ہوُا ہے آشکار

کِس کے آگے ہم کہیں اِس دردِ دل کا ماجرا
ان کو ہے ملنے سے نفرت بات سُننا درکنار

صاف دِل کو کثرتِ اعجاز کی حاجت نہیں
اِک نشاں کافی ہے گر دِل میں ہے خوفِ کردگار

دِن چڑھا ہے دشمنانِ دِیں کا ہم پر رات ہے
اے مرے سُورج نکل باہر کہ مَیں ہوں بے قرار

اَے مرے پیارے فدا ہو تجھ پہ ہر ذرّہ مِرا
پھیر دے میری طرف اَے ساربان جگ کی مہار

کچھ خبر لے تیرے کُوچہ میں یہ کِس کا شور ہے
خاک میں ہو گا یہ سَر گر تُو نہ آیا بن کے یار

میرے زخموں پر لگا مَرہم کہ مَیں رنجور ہُوں
میری فریادوں کو سُن مَیں ہو گیا زار و نزار

دیکھ سکتا ہی نہیں مَیں ضعفِ دینِ مصطفےٰ
مجھ کو کر اے میرے سلطاں کامیاب و کامگار

(انتخاب از کلام براہین احمدیہ جلد ۵ صفحہ ۹۸، ۹۹)

13 معارف الحدیث

از افاضات حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

اللہ اور لوگوں کی محبت حاصل کرنے کا نسخہ

(مرتبہ :۔ مکرم عبد السمیع خان صاحب)

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدِ السَّاعِدِيِّ رضی اللہ عنہ قال اِنَّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم أَتَى رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ دُلَّنِي عَلَى عَمَلٍ إِذَا أَنَا عَمِلْتُهُ أَحَبَّنِيَ اللَّهُ وَ أَحَبَّنِيَ النَّاسُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلی اللہ علیہ وسلم ازهد فِي الدُّنْيَا يُحِبَّكَ اللّٰهُ وَ ازهد فِيْمَا فِي أَيْدِي النَّاسِ يُحِبُّوْكَ

(سنن ابن ماجہ ابواب الزہد باب الزہد فی الدنیا)

ترجمہ: حضرت سہل رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک شخص آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول مجھے کوئی ایسا کام بتائیے جس کے نتیجہ میں اللہ بھی مجھ سے محبت کرنے لگے اور لوگ بھی مجھے چاہنے لگیں۔ آپ نے فرمایا دنیا سے بے رغبت اور بے نیاز ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگے گا۔ اور جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس کی خواہش چھوڑ دو لوگ تم سے محبت کرنے لگ جائیں گے۔

تشریح: سیدنا حضرت خلیفہ المسیح الرابع ایدہ اللہ بنصرہ العزیز آیت قرآنی قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آل عمران:32) کی روشنی میں اس حدیث کی تشریح یوں بیان فرماتے ہیں:۔

"ایک شخص نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ ایسا کام بتائیں کہ میں اسے کروں تو اللہ تعالیٰ بھی مجھ سے محبت کرنے لگے۔ اب یہ سوال وہی ہے جو اس آیت سے تعلق میں ہے جو میں نے آپ کے سامنے رکھی ہے۔ وہاں یہی تو مضمون ہے کہ دنیا کو بتا دو کہ اگر محبت کرنی ہے تو پھر میرے پیچھے چلو تب اس محبت کو پھل لگے گا' تب اللہ تم سے محبت کرے گا۔ تو اس نے بعینہ یہی سوال کیا کہ مجھے ایسا کام بتائیے کہ جب میں اسے کروں تو اللہ تعالیٰ مجھ سے محبت کرنے لگے۔ اب آیت کریمہ کے مضمون کے مطابق جواب ہونا چاہئے اس لئے اس جواب کو اس آیت کے حوالے کے بغیر سمجھا جا ہی نہیں سکتا۔ یہ کوئی خشک جواب نہیں ہے بلکہ اپنے دل کی واردات کو آپ نے اس کے سامنے کھول دیا کہ اللہ تعالیٰ نے تو یہی طریقہ سکھایا ہے کہ جیسے میں کرتا ہوں تم بھی ویسے ہی کرو تو خدا تم سے ضرور محبت کرے گا۔ تو فرمایا دنیا سے بے رغبت اور بے نیاز ہو جاؤ اللہ تعالیٰ تجھ سے محبت کرنے

لگے گا۔

" دنیا سے بے رغبت اور بے نیاز ہو جاؤ اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگے گا" اور جہاں تک بنی نوع انسان کی محبت کا تعلق ہے فرمایا "جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس کی خواہش چھوڑ دو لوگ تجھ سے محبت کرنے لگیں گے"۔ اب یہ دو بڑی گہری حکمت کی باتیں ہیں۔ تعلق باللہ اور تعلق بالناس یعنی ہم جنس لوگوں سے تعلق بڑھانا ہو تو یہ طریق ہے اور خدا سے تعلق بڑھانا ہو تو وہ طریق ہے۔ خدا کے تعلق میں یہ نہیں فرمایا کہ جو خدا کا ہے اسے مانگنا چھوڑ دو' اس کی حرص ترک کر دو بلکہ وہاں کچھ اور بات فرمائی ہے جس کی طرف میں واپس آتا ہوں۔ بنی نوع انسان کے پاس جو کچھ ہے اس کی حرص چھوڑ دو۔ اور یہ خدا اور بنی نوع انسان کے رجحانات کے اندر جو نمایاں فرق ہے یہ اس کو ظاہر کرنے والی بات ہے۔ اگر آپ کی نظر کسی کی دولت' کسی کے محل' کسی کے مکان' کسی کی عورت پر لگ جائے تو وہ ہمیشہ آپ کے خلاف نفرت کے جذبات پیدا کرے گی کیونکہ انسان فطرتاً کنجوس ہے اور یہ پسند نہیں کرتا کہ اس کی چیز پر کسی اور کی نظر لگ جائے۔

بعض دفعہ نوکریاں ہیں نوکریوں پر جب لوگوں کی نظر لگ جاتی ہے تو کئی قسم کی شرارتیں اور فساد کرتے ہیں اور اس کے نتیجے میں پھر ایک جوابی نفرت پیدا ہوتی ہے۔ ہر شخص جو اپنے آپ کو غیر محفوظ سمجھتا ہے ہر ایسے شخص سے جو اس کی چیزوں کو حاصل کرنا چاہتا ہے اور حرص کی نگاہ سے اس کی ملکیت کو دیکھتا ہے اس کو طبعاً اس سے ایک خطرہ محسوس ہوتا ہے اور خطرے کے مطابق ایک قسم کی بیگانگی پیدا ہو جاتی ہے یا نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ تو اللہ فرماتا ہے کہ بنی نوع انسان میں تو یہ طاقت نہیں ہے کہ تم ان کی چیزیں چاہو اور وہ پھر بھی تم سے پیار کریں۔ اس لئے ان چیزوں کو دیکھنا ہی چھوڑ دو اور پھر بنی نوع انسان تم سے محبت کرنے لگیں گے۔ مگر سوال یہ ہے کہ اس کا پہلے جواب سے تعلق کیا ہے۔ اگر آپ اور غور کریں گے تو حیران رہ جائیں گے کہ ایک ہی بات کے دو پہلو بیان ہوئے ہیں۔ اگر آپ بنی نوع انسان کی چیزوں سے' بنی نوع انسان کی مملوک سے' جن کے وہ مالک ہیں ان سے غیر معمولی حرص کا تعلق توڑ لیتے ہیں تو ساری دنیا سے حرص کا تعلق توڑ لیتے ہیں اور یہی پہلا جواب تھا کہ تم دنیا سے حرص کا تعلق توڑ لو' بے نیاز ہو جاؤ تو خدا تمہارا ہو جائے گا۔ وہ تم سے پیار کرنے لگے گا لیکن وہ تعلق توڑنا جو ہے اس کی ترکیب ہی ایسی بتائی کہ انسان بھی محبت کرنے لگے اور خدا بھی محبت کرنے لگے۔

سوال چھوٹا سا تھا لیکن جواب بہت عظیم ہے۔ سوال میں ایک دائرے کی محبت پوچھی گئی تھی جواب میں ہر دائرے کی محبت شامل فرما دی گئی اور بنی نوع انسان سے تعلق توڑنے کا نہیں کہا یہ ایک اور حکمت کی بات ہمیں سمجھائی گئی۔ یہ نہیں فرمایا کہ بنی نوع انسان سے تعلق توڑ لو تو خدا تمہارا ہو جائے گا۔ جو بنی نوع انسان سے تعلق توڑتے ہیں خدا ان کا نہیں ہوا کرتا۔ ہاں لوگوں کی ملکیتوں سے وہ نعمتیں جو خدا نے ان کو عطا فرمائی ہیں ان نعمتوں سے حرص کا تعلق کاٹ لو یہ بے نیازی ہے۔ پس بے نیازی ایک عظیم دولت ہے اس کی کوئی مثال نہیں ہے۔ بے نیازی سے زیادہ متمول کرنے والی اور کوئی چیز نہیں۔ اور بے نیازی میں غیر کی چیز کو غیر کا سمجھنا اور اس پہ جلن محسوس نہ کرنا یہ سب سے پہلی سچی علامت ہے کہ آپ کو واقعتہ اس کی حرص نہیں ہے۔ اب جتنے بھی دنیا میں شریکے ہیں اور شریکوں کے مقابلوں میں مصیبتیں دنیا میں پڑی ہوئی ہیں۔ قوموں کی قوموں سے ایک قسم کی جلن پیدا ہو جاتی ہے' حسد پیدا ہو جاتا ہے۔ انسانوں کو انسانوں سے' عورتوں کو عورتوں سے' مردوں کو مردوں سے' بچوں کو آپس میں جلن اور حسد' اور اس سب کی بنیادی وجہ وہی ہے جو اس حدیث میں بیان ہوئی ہے کہ وہ لوگ جو ایک دوسرے کی چیزوں کو حرص سے دیکھتے ہیں وہ تبھی حرص سے دیکھتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ ان کے پاس ہے' ہمارے پاس نہیں ہے اور جتنی ہم چاہتے ہیں وہ ہمارے پاس نہیں وہ اس کے پاس ہے۔ یہ حسد کا جذبہ پیدا کرنے والا ایک خیال ہے جس کے نتیجے میں نفرتیں پھیلتی ہیں اور اگر ہر شخص کو یہ

یقین ہو جائے کہ جو کچھ میرا ہے وہ میرا ہے میرا بھائی اس کو پسند کرتا ہے اس پر غصہ نہیں کرتا تو اس سے ضرور محبت کرے گا اور یہ روز مرہ کا تجربہ ہے۔ اگر ایک انسان کسی بھائی کی دولت پر' اس کے اچھے مکان پر' اس کے اچھے مویشیوں پر' اس کے اچھے فن پر' اس کے ذوق و ادب پر خوش ہوتا ہے تو ثابت ہو گا کہ اس کو اس سے کوئی حسد نہیں ہے۔ اور اس حدیث کا مضمون اس پر پوری طرح صادق آئے گا کہ تم تمام انسانوں کی مخلوقات سے' جو کچھ خدا نے ان کو عطا فرمایا ہے ان سے اس حد تک بے نیاز ہو کہ ان کو جو خدا نے نعمتیں بخشی ہیں اس سے تمہیں کوئی تکلیف نہ پہنچے بلکہ خوشی نصیب ہو۔ پس اپنے جب کوئی چیز حاصل کرتے ہیں تو دیکھیں آپ کتنا خوش ہوتے ہیں۔ ایک بچے کو کامیابی نصیب ہو گئی سارا گھر خوش ہو جاتا ہے۔ ایک عزیز نے کوئی بڑی نوکری حاصل کر لی سارا گھر خوش ہو جاتا ہے۔ کسی کو کوئی اعزاز مل جائے تو سارا گھر خوش ہو جاتا ہے بلکہ دور والے جو پہلے زیادہ تعلق نہیں بھی رکھتے تھے مگر دل میں تھا وہ ایسے موقعوں پر پہنچ جاتے ہیں۔ مبارکباد دینے کیلئے' کچھ جھوٹے بھی چلے جاتے ہیں یہ دکھانے کیلئے کہ ہم بھی تمہارے ساتھ ہیں۔ مگر امر واقعہ یہ ہے کہ جو سچی محبت ہے اس میں اپنے پیارے کو جو ملے گا وہ اپنے آپ کو ملتا ہے اور اس پہلو سے ایک انسان صرف بے نیاز ہی نہیں ہوتا بلکہ متمول ہو جاتا ہے۔

وہ شخص جو سب کی خوشیوں میں شریک ہے اس کی عجیب زندگی ہے۔ جہاں اسے خوشی کی خبر ملتی ہے اس کا دل خوش ہو جاتا ہے۔ وہ جو ہر ایک کے ماحصل کو ناپسندیدگی سے دیکھتا ہے ہر بات پہ جلتا ہے ساری زندگی وہ آگ میں جلتا رہتا ہے۔ پس وہ لوگ جو اس دنیا میں اپنے لئے آگ جلائے رکھتے ہیں اور اس میں جلتے ہیں کیسے ہو سکتا ہے کہ اس دنیا میں انہیں جنت اور طمانیت کی خوشخبری دی جائے۔ یہاں ہم نے اپنے ہاتھوں سے اپنی جہنم بنانی ہے' اپنی جنت بنانی ہے اور اس پہلو سے یہ نسخہ جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا بہت گہرا ہے اور آپ کی قلبی کیفیات کا مظہر ہے۔ کیونکہ جواب اس آیت کا جواب ہے جو میں آپ کے سامنے رکھ چکا ہوں۔ اس نے پوچھا تو آیت کا حوالہ تو نہیں دیا۔ پوچھا یہی تھا کہ بتائیں اللہ مجھ سے کیسے محبت کرے میں تو کرتا ہوں۔ تو اپنے دل کی کیفیات ہیں جو کھولی ہیں۔ جس کا مطلب ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنے غلاموں کی ہر کامیابی پہ خوش ہوتے تھے اور اپنے غلاموں کی کسی کامیابی پر آپ کو کوئی تکلیف نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ آنحضرت ﷺ کا جو قلبی احساس تھا اس میں تمام صحابہ کو جو کچھ ملتا تھا اسے ساتھ میں ایک لذت کا جذبہ پیدا کر دیتا تھا۔

پس دیکھو کتنی عظیم کامیابی ہے۔ پہلا طریق وہ ہے جس پہ ہر وہ شخص جو آپ کے قریب نہیں ہے جب اس کو کچھ ملتا ہے آپ کیلئے ایک عذاب بن جاتا ہے۔ اس کا ملنا آپ کے لئے عذاب بن جاتا ہے۔ یہ دوسری صورت میں جو کچھ آپ کے عزیزوں' اقرباء کو یا جاننے والوں کو ملتا ہے آپ کے لئے ایک لذت کا سامان پیدا کر دیتا ہے۔ یہ وہ چیز ہے جو اس دنیا میں ایک جنت بنا دیتی ہے اور زندگی کو کتنا آسان کر دیتی ہے۔ اب اسی بات کو جواب کے پہلے حصے کے تعلق میں ہم مزید دیکھتے ہیں۔ فرمایا اگر تم دنیا سے بے نیاز ہو جاؤ تو اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا۔ سوال یہ ہے کہ کس دنیا سے بے نیاز ہو جاؤ۔ جو اللہ کی دنیا ہے اس سے تو بے نیازی ممکن نہیں ہے۔ دنیا سے بے نیازی کا مطلب ہے غیر اللہ سے بے نیازی۔ ورنہ جو اللہ کی چیز ہے اس سے تو انسان کو پیار ہوتا ہے اگر اللہ سے پیار ہے۔ یہ مضمون آنحضور ﷺ نے دوسری جگہ خوب کھول کر بیان فرمایا ہے۔

پس بے نیازی سے مراد دو ہیں ایک یہ کہ دنیا اگر تمہیں تکلیف پہنچاتی ہے اور اس تکلیف کو تم خدا کی خاطر برداشت کرتے ہو اور پرواہ نہیں کرتے کہ دنیا نے تمہیں کیا کہا ہے اور تم سے کیسا سلوک کیا ہے ایسے موقع پر اللہ تم سے ضرور محبت کرے گا اور یہ جو مضمون ہے یہ گہرا انسانی فطرت میں رچا بسا مضمون ہے۔ آپ دیکھیں آپ کے

بقیہ صفحہ 14 پر

مرے مولا تری نصرت کہاں ہے!؟

مظالم ہو رہے ہیں انتہا کے
جو خو کردہ تھے تسلیم و رضا کے
ہوئے ہیں وہ بھی قائل بد دعا کے
جگر میں درد ہے لب پر فغاں ہے
مرے مولا تری نصرت کہاں ہے

متی نصرک، متی نصرک زباں پر
نگاہیں جم رہی ہیں آسماں پر
الٰہی رحم چشم خونفشاں پر
کہ اب تو زندگی تک بھی گراں ہے
مرے مولا تیری نصرت کہاں ہے

زمانہ بھر کی لوح مشق بیداد
ہیں اک مدت سے ہم فریاد فریاد
ملے گی کب دل ناشاد کی داد
کہ اب تو لب پہ جان ناتواں ہے
مرے مولا تیری نصرت کہاں ہے

ہم اعداء میں ہیں ہر جانب سے محصور
مخالف اپنی شوکت پر ہے مغرور
تیرے خدام لیکن محض مجبور
مدد یارب کہ وقت امتحاں ہے
مرے مولا تیری نصرت کہاں ہے

عدو نے ہر طرح ہم کو ستایا
کبھی لب تک نہ حرف شکوہ آیا
کیا ضبط اور نالوں کو دبایا
مگر اب ضبط بھی دل پر گراں ہے
مرے مولا تیری نصرت کہاں ہے

ہمیں تسلیم ہے تو ہے خطا پوش
خطائیں دیکھ کر رہتا ہے خاموش
مگر جب حد سے بڑھ جائیں خطا کوش
تو خاموشی میں بندوں کا زیاں ہے
مرے مولا تیری نصرت کہاں ہے

جو ظالم ہیں انہیں یارب سزا دے
ہمارے صبر کی کچھ تو جزا دے
فلک سے آگ برسا کر جلا دے
اسی پر منحصر امن و اماں ہے
مرے مولا تیری نصرت کہاں ہے

کب آئے گی تری امداد یا رب
کہ گذری حد سے اب بیداد یا رب
دل تسنیم کو کر شاد یا رب
شب و روز اب یہی ورد زباں ہے
مرے مولا تیری نصرت کہاں ہے

(میر اللہ بخش صاحب تسنیم۔ بحوالہ ۲۷ جولائی ۱۹۳۵ء روزنامہ الفضل)

سیرت حضرت مسیح موعود

جامع اخلاق

(مرتب کردہ: مکرم ڈاکٹر سلطان احمد صاحب مبشر، مہتمم اشاعت)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے آقا و مطاع حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے رنگ میں رنگین تھے اور آپ کے نور سے منور ہو کر ان اخلاق فاضلہ سے متصف تھے جو آنحضرت ﷺ میں بدرجہ اتم و کمال موجود تھے۔ حضرت مسیح موعود نے جو کچھ پایا آنحضرت ﷺ کی قوت قدسیہ اور آپ کی اتباع کے نتیجہ میں پایا۔ اسی لئے آپ فرماتے ہیں:۔

سب ہم نے اس سے پایا شاہد ہے تو خدایا
وہ جس نے حق دکھایا وہ مہ لقا یہی ہے

آج کی اس محفل میں ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اعلیٰ و ارفع اخلاق سے بھرپور گلدستہ سیرت میں سے چند سدا بہار اور خوشبو دار پھول چنے ہیں۔ آیئے آپ بھی ان کی بھینی بھینی خوشبو سے اپنے آپ کو معطر کریں۔

کنت السواد لناظری

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم فرماتے تھے کہ ایک دفعہ دوپہر کے وقت میں بیت مبارک میں داخل ہوا تو اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام اکیلے گنگناتے ہوئے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا یہ شعر (جو رسول اللہ ﷺ کی تعریف میں ہے۔ ناقل) پڑھ رہے تھے اور ساتھ ساتھ ٹہلتے بھی جاتے تھے:

كُنْتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِي فَعَمِيَ عَلَيْكَ النَّاظِرُ
مَنْ شَاءَ بَعْدَكَ فَلْيَمُتْ فَعَلَيْكَ كُنْتُ أُحَاذِرُ

ترجمہ:۔ "تو میری آنکھ کی پتلی تھا۔ پس تیری موت سے میری آنکھ اندھی ہو گئی۔ اب تیرے بعد جو چاہے مرے مجھے پرواہ نہیں کیونکہ مجھے تو بس صرف تیری ہی موت کا ڈر تھا جو واقع ہو چکی"۔

میری آہٹ سن کر حضرت صاحب نے چہرے پر سے رومال والا ہاتھ اٹھا لیا تو میں نے دیکھا کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ (سیرت المہدی۔ حصہ دوم۔ صفحہ ۳۳۳)

یہ طریق آنحضرتؐ کا ہے

مرزا دین محمد صاحب ساکن لنگروال نے بیان کیا کہ:۔

جب میں حضرت صاحب کے پاس سوتا تھا تو آپ... صبح کی نماز کے لئے ضرور جگاتے تھے اور جگاتے اس طرح تھے کہ پانی میں انگلیاں ڈبو کر اس کا ہلکا سا چھینٹا پھوار کی طرح پھینکتے تھے۔ میں نے ایک دفعہ عرض کیا کہ آپ آواز دے کر کیوں نہیں جگاتے اور پانی سے کیوں جگاتے ہیں۔ اس پر فرمایا کہ رسول کریم ﷺ بھی اسی طرح کرتے تھے اور فرمایا کہ آواز دینے سے بعض اوقات آدمی دھڑک جاتا ہے۔

(سیرت المہدی حصہ سوئم۔ صفحہ ۴۹۲)

آنحضرتؐ کے اصحاب کا نمونہ دیکھنا چاہئے

حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے بیان کیا کہ:۔

"اکتوبر ۱۹۰۷ء میں حضرت مسیح موعود نے ایک تقریر کی.... اور فرمایا "حضرت رسول کریم ﷺ کے اصحاب کا نمونہ دیکھنا چاہئے۔ وہ ایسے نہ تھے کہ کچھ دین کے ہوں اور کچھ دنیا کے بلکہ وہ خاص دین کے بن گئے تھے اور اپنا جان و مال سب اسلام پر قربان کر چکے تھے۔ ایسے ہی آدمی ہونے چاہئیں۔ جو سلسلہ کے واسطے مبلغین اور واعظین مقرر کئے جائیں وہ قانع ہونے چاہئیں اور دولت و مال کا ان کو فکر نہ ہو۔ حضرت رسول کریم ﷺ جب کسی کو تبلیغ کے واسطے بھیجتے تھے تو وہ حکم پاتے ہی چل پڑتا تھا۔ نہ سفر خرچ مانگتا تھا اور نہ گھر والوں کے افلاس کا عذر پیش کرتا تھا۔ یہ کام اسی سے ہو سکتا ہے جو اپنی زندگی کو اس امر کے لئے وقف کردے۔ متقی کو خدا تعالیٰ آپ مدد دیتا ہے"۔ (ذکر حبیب صفحہ ۱۵۲)

یہی بڑا اعلیٰ وظیفہ ہے

حافظ نور محمد صاحب نے بیان کیا کہ " حافظ نبی بخش صاحب نے (حضور سے) ہنس کر عرض کیا کہ یہ (یعنی خاکسار نور محمد) بہت وظیفہ پڑھتے رہتے ہیں میں نے عرض کیا کہ حضور میں تو وظیفہ نہیں کرتا صرف قرآن شریف ہی پڑھتا ہوں۔ آپ مسکرا کر فرمانے لگے کہ تمہاری تو یہ مثال ہے کہ کسی شخص نے کسی کو کہا کہ یہ شخص بہت عمدہ کھانا کھایا کرتا ہے تو اس نے جواب میں کہا کہ میں تو کوئی اعلیٰ کھانا نہیں کھاتا صرف پلاؤ کھایا کرتا ہوں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ قرآن شریف سے بڑھ کر اور کونسا وظیفہ ہے۔ یہی بڑا اعلیٰ وظیفہ ہے"۔

(سیرت المہدی حصہ دوم صفحہ ۳۴۲)

میں نے ہمیشہ حضرت صاحب کو قرآن شریف پڑھتے دیکھا ہے

حضرت منشی ظفر احمد صاحب مرحوم کپور تھلوی نے بیان کیا کہ "حاجی ولی اللہ صاحب جو ہمارے قریبی رشتہ دار تھے اور کپور تھلہ میں سیشن جج تھے۔ ان کے ایک ماموں منشی عبدالواحد صاحب ایک زمانہ میں بٹالہ میں تحصیلدار ہوتے تھے۔ منشی عبدالواحد صاحب کو اکثر اوقات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے والد حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب قادیان لے کر جایا کرتے تھے اور وہ بیان کرتے ہیں کہ اس وقت حضرت صاحب کی عمر چودہ پندرہ سال کی ہوگی۔ اس عمر میں حضرت صاحب سارا دن قرآن شریف پڑھتے رہتے اور حاشیہ پر نوٹ لکھتے رہتے تھے اور مرزا غلام مرتضیٰ صاحب حضرت صاحب کے متعلق اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میرا یہ بیٹا کسی سے غرض نہیں رکھتا۔ سارا دن (خانہ خدا) میں رہتا ہے اور قرآن شریف پڑھتا رہتا ہے۔ منشی عبدالواحد صاحب قادیان بہت دفعہ آتے جاتے تھے۔ ان کا بیان ہے کہ میں نے ہمیشہ حضرت صاحب کو قرآن شریف پڑھتے دیکھا ہے"۔ ("شمائل احمد" طبع اول صفحہ ۲۳)

یا اللہ تیرا کلام ہے

حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی نے بیان کیا کہ

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ہمیشہ سے عادت تھی کہ جب وہ اپنے کمرے یا حجرے میں بیٹھتے تو دروازہ بند کر لیا کرتے تھے۔ یہی طرز عمل آپ کا سیالکوٹ میں تھا۔ لوگوں سے ملتے نہیں تھے۔ جب کچہری سے فارغ ہو کر آتے تو دروازہ بند کر کے اپنے شغل اور ذکر الٰہی میں مصروف ہو جاتے۔ عام طور پر انسان کی عادت متجسس واقع ہوئی ہے۔

بعض لوگوں کو یہ ٹوہ لگی کہ یہ دروازہ بند کر کے کیا کرتے ہیں۔ ایک دن ان ٹوہ لگانے والوں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس مخفی کاروائی کا سراغ مل گیا اور وہ یہ تھا کہ آپ مصلی پر بیٹھے ہوئے قرآن مجید ہاتھ میں لئے دعا کر رہے ہیں کہ یا اللہ تیرا کلام ہے۔ مجھے تو تو ہی سمجھائے گا تو میں سمجھ سکتا ہوں"۔
(حیات النبی صفحہ ۱۱۰)

انبیاء دنیا میں شرک مٹانے آتے ہیں

حضرت قاضی محمد یوسف صاحب پشاوری نے بیان کیا کہ میں جب شروع میں قادیان گیا تو ایک شخص نے اپنے لڑکے کو حضرت صاحب کے سامنے ملاقات کیلئے پیش کیا۔ جس وقت وہ لڑکا حضرت صاحب کے مصافحہ کیلئے آگے بڑھا تو اظہار تعظیم کے لئے حضرت صاحب کے پاؤں کو ہاتھ لگانے لگا۔ جس پر حضرت صاحب نے اپنے مبارک ہاتھوں سے اسے ایسا کرنے سے روکا۔ اور میں نے دیکھا کہ آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا اور آپ نے بڑے جوش میں فرمایا کہ انبیاء دنیا میں شرک مٹانے آتے ہیں اور ہمارا کام بھی شرک مٹانا ہے نہ کہ شرک قائم کرنا"۔
(سیرت المہدی حصہ دوم صفحہ ۳۱۸)

کسی کو تو نہ کہنا

حضرت حافظ نبی بخش صاحب ساکن فیض اللہ چک نے بیان کیا کہ:۔

"حضور کی عادت میں داخل تھا کہ خواہ کوئی چھوٹا ہو یا بڑا کسی کو "تو" کے لفظ سے خطاب نہ کرتے تھے۔ حالانکہ میں چھوٹا بچہ تھا مجھے کبھی حضور نے "تو" سے مخاطب نہ کیا تھا"۔
(سیرت المہدی حصہ سوم ۵۴۳)

مہمان نوازی کا حق

حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے بیان کیا کہ ایک شب کا ذکر ہے کہ کچھ مہمان آئے جن کے واسطے جگہ کے انتظام کیلئے حضرت اماں جان حیران ہو رہی تھیں کہ ان کو کہاں ٹھہرایا جائے اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اکرام ضیف کا ذکر کرتے ہوئے پرندوں کا ایک قصہ سنایا.... اور فرمایا:۔

"دیکھو ایک دفعہ جنگل میں ایک مسافر کو شام ہو گئی۔ رات اندھیری تھی۔ قریب کوئی بستی اسے دکھائی نہ دی اور وہ ناچار ایک درخت کے نیچے رات گزارنے کے واسطے بیٹھ رہا۔ اس درخت کے اوپر ایک پرندہ کا آشیانہ تھا۔ پرندہ اپنی مادہ کے ساتھ باتیں کرنے لگا کہ دیکھو یہ مسافر جو ہمارے آشیانہ کے نیچے زمین پر آ بیٹھا ہے یہ آج رات ہمارا مہمان ہے اور ہمارا فرض ہے کہ اس کی مہمان نوازی کریں۔ مادہ نے اس کے ساتھ اتفاق کیا اور ہر دو نے مشورہ کر کے یہ قرار دیا کہ ٹھنڈی رات ہے اور اس ہمارے مہمان کو آگ تاپنے کی ضرورت ہے اور تو کچھ ہمارے پاس نہیں۔ ہم اپنا آشیانہ ہی توڑ کر نیچے پھینک دیں۔ تاکہ وہ ان لکڑیوں کو جلا کر آگ تاپ لے۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور سارا آشیانہ تنکا تنکا کر کے نیچے پھینک دیا اس کو مسافر نے غنیمت جانا اور ان سب لکڑیوں اور تنکوں کو جمع کر کے آگ جلائی اور تاپنے لگا تب درخت پر اس پرندوں کے جوڑے نے پھر مشورہ کیا کہ آگ تو ہم نے اپنے مہمان کو بہم پہنچائی اور اس کے واسطے آگ کا سامان مہیا کیا۔ اب ہمیں چاہئے کہ اسے کچھ کھانے کو بھی دیں اور تو ہمارے پاس کچھ نہیں ہم خود ہی اس آگ میں جا گریں۔ اور مسافر ہمیں بھون کر ہمارا گوشت کھا لے۔ چنانچہ ان پرندوں نے ایسا ہی کیا اور مہمان نوازی کا حق ادا کیا"۔ (ذکر حبیب صفحہ ۸۶)

لو حضرت صاحب نے اپنا تبرک دے دیا

حضرت قاضی محمد یوسف صاحب پشاوری سے روایت ہے کہ ایک دفعہ میں اور عبدالرحیم خان صاحب (بیت) مبارک میں کھانا کھا رہے تھے جو حضرت صاحب کے گھر سے آیا تھا۔ ناگاہ میری نظر کھانے میں ایک مکھی پر پڑی۔ میں نے کھانا ترک کر دیا اس پر حضرت صاحب کے گھر کی ایک خادمہ کھانا اٹھا کر واپس لے گئی۔ حضرت اقدس اندرون خانہ کھانا تناول فرما رہے تھے۔ خادمہ نے حضرت صاحب سے یہ ماجرا عرض کر دیا۔ حضرت صاحب نے فوراً اپنے سامنے کا کھانا اٹھا کر اس خادمہ کے حوالہ کر دیا کہ یہ لے جاؤ اور اپنے ہاتھ کا نوالہ بھی برتن میں ہی چھوڑ دیا۔ وہ خادمہ خوشی خوشی ہمارے پاس وہ کھانا لائی اور کہا لو حضرت صاحب نے اپنا تبرک دے دیا ہے"۔

(سیرت المہدی حصہ دوم صفحہ ۳۳۶)

یہاں تک کہ جانوروں کیلئے بھی رحمت

خواجہ عبدالرحمن صاحب متوطن کشمیر سے روایت ہے کہ ایک دفعہ کتا گھر میں گھس آیا اور ہم نے اسے دروازے بند کر کے مارنا چاہا۔ لیکن جب کتے نے شور مچایا تو حضرت صاحب کو بھی پتہ لگ گیا اور آپ ہم پر ناراض ہوئے۔ چنانچہ ہم نے دروازے کھول کر کتے کو چھوڑ دیا"۔ (سیرت المہدی حصہ اول صفحہ ۳۴۱)

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے بیان کیا کہ ایک دفعہ حضور سے کسی بچہ نے پوچھا کہ کیا طوطا حلال ہے مطلب یہ تھا کہ ہم طوطا کھانے کے لئے مار لیا کریں۔ حضور نے فرمایا میاں حلال تو ہے مگر کیا سب جانور کھانے کیلئے ہی ہوتے ہیں؟ مطلب یہ تھا کہ خدا نے سب جانور صرف کھانے ہی کیلئے پیدا نہیں کئے۔ بلکہ بعض دیکھنے کیلئے اور دنیا کی زینت اور خوبصورتی کیلئے بھی پیدا کئے ہیں۔

(ایضاً صفحہ ۴۸۵)

دلداری

سید محمد علی شاہ صاحب نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ میرے ایک شاگرد نے مجھے شیشم کی ایک چھڑی بطور تحفہ دی میں نے خیال کیا کہ میں اس چھڑی کو حضرت اقدس علیہ السلام کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کروں گا۔ چنانچہ خاکسار نے قادیان پہنچ کر بوقت صبح جب کہ حضور سیر سے واپس تشریف لائے وہ چھڑی پیش کر دی۔ حضور کے دست مبارک کی چھڑی میری پیش کردہ چھڑی سے بدرجہا خوبصورت و نفیس تھی۔ لہٰذا مجھے اپنی کوتاہ خیالی سے یہ خیال گزرا کہ شاید میری چھڑی قبولیت کا شرف حاصل نہ کر سکے۔ مگر حضور نے کمال شفقت اسے قبول فرما کر دعا کی۔ بعد ازاں تین چار روز تک حضور علیہ السلام میری چھڑی کو لے کر سیر کو تشریف لے جاتے تھے جسے دیکھ کر میرے دل کو تسکین و اطمینان حاصل ہوا۔

(سیرت المہدی حصہ سوم صفحہ ۵۴۹)

وہ بھی کیا برکت ہے؟

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے بیان کیا کہ

" حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی کے آخری زمانہ میں اکثر احباب آپ کیلئے نیا کرتہ بنوا لاتے۔ اور اسے بطور نذر پیش کر کے تبرک کے طور پر حضور کا اترا ہوا کرتہ مانگ لیتے تھے۔ اسی طرح ایک دفعہ کسی نے میرے ہاتھ ایک نیا کرتہ بھجوا کر پرانے اترے ہوئے کرتے کی درخواست کی۔ گھر میں تلاش سے معلوم ہوا کہ اس وقت کوئی اترا ہوا بے دھلا کرتہ نہیں۔ جس پر آپ نے اپنا مستعمل کرتہ دھوبی کے ہاں کا دھلا ہوا دیئے جانے کا حکم فرمایا۔ میں نے عرض کیا کہ

یہ تو دھوبی کے ہاں کا دھلا ہوا کرتہ ہے۔ اور وہ شخص تبرک کے طور پر میلا کرتہ لے جانا چاہتا ہے۔ حضور ہنس کر فرمانے لگے۔ کہ وہ بھی کیا برکت ہے جو دھوبی کے ہاں سے دھلنے سے جاتی رہے۔ چنانچہ وہ کرتہ اس شخص کو دے دیا گیا"۔

(سیرت المہدی حصہ دوم صفحہ ۳۷۴)

آرام طلبی سے نفرت

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے بیان فرمایا:۔

"باوجود اس کے کہ آپ (حضرت مسیح موعود علیہ السلام) دنیا سے متنفر تھے۔ مگر آپ ست ہرگز نہ تھے۔ بلکہ نہایت محنت کش تھے اور خلوت کے دلدادہ ہونے کے باوجود مشقت سے نہ گھبراتے تھے۔ اور بار ہا ایسا ہوتا تھا کہ آپ کو جب کبھی سفر پر جانا پڑتا تو سواری کا گھوڑا نوکر کے ہاتھ آگے روانہ کر دیتے اور آپ پیادہ ہی سفر کرتے تھے۔ اور سواری پر کم چڑھتے تھے یہ عادت پیادہ چلنے کی آپ کو آخر عمر تک تھی۔ اور ستر سال سے تجاوز میں جب کہ بعض سخت بیماریاں آپ کو لاحق تھیں۔ اکثر روزانہ ہوا خوری کیلئے جاتے تھے اور چار پانچ میل روزانہ پھر آتے۔ اور بعض اوقات سات میل پھر لیتے تھے اور بڑھاپے سے پہلے کا حال آپ بیان فرمایا کرتے تھے کہ بعض اوقات صبح کی نماز سے پہلے اٹھ کر (نماز کا وقت سورج نکلنے سے سوا گھنٹہ پہلے ہوتا ہے) سیر کے لئے چل پڑتے تھے۔ اور وڈالہ تک پہنچ کر جو بٹالہ کی سڑک پر قادیان سے قریباً ساڑھے پانچ میل پر ایک گاؤں ہے۔ صبح کی نماز کا وقت ہوتا تھا"۔

(رسالہ ریویو اردو بابت ماہ نومبر ۱۹۱۶ء صفحہ ۴۰۳)

السلام علیکم.....

حضرت قاضی محمد یوسف صاحب نے بیان کیا کہ

"حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو سلام کا اس قدر خیال تھا کہ خاکسار نے کئی بار دیکھا کہ حضور اگر چند لمحوں کیلئے بھی جماعت سے اٹھ کر گھر جاتے اور پھر واپس تشریف لاتے تو ہر بار جاتے بھی اور آتے بھی السلام علیکم کہتے"۔ (سیرت المہدی حصہ سوم صفحہ ۵۲۳)

خادموں سے شفقت

حضرت چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب نے بیان کیا کہ:۔

ایک دن دوپہر کے وقت ہم (بیت) مبارک میں بیٹھے کھانا کھا رہے تھے کہ کسی نے اس کھڑکی کو کھٹکھٹایا جو کوٹھڑی سے (بیت) مبارک میں کھلتی تھی۔ میں نے دروازہ کھولا تو دیکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف لائے ہیں۔ آپ کے ہاتھ میں ایک طشتری ہے جس میں ایک ران بھنے ہوئے گوشت کی ہے۔ وہ حضور نے مجھے دی اور حضور خود واپس اندر تشریف لے گئے اور ہم سب نے بہت خوشی سے اسے کھایا اور اس شفقت و محبت کا اثر اب تک میرے دل میں ہے۔ اور جب بھی اس واقعہ کو یاد کرتا ہوں میرا دل خوشی اور فخر کے جذبات سے لبریز ہو جاتا ہے"۔

("شمائل احمد" طبع اول: صفحہ ۶۴، ۶۵)

ان کا آواز کیسا اچھا تھا!

میاں عبدالعزیز صاحب المعروف مغل نے بیان کیا:۔

"ایک دن حضور علیہ السلام (بیت) مبارک کی چھت پر تشریف فرما تھے۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب بھی موجود تھے۔ حضور علیہ السلام نے مہمانوں کے لئے پرچ پیالیاں منگوائی ہوئی تھیں۔ میر مہدی حسین صاحب سے وہ گر گئیں اور چکنا چور ہو گئیں۔ مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم نے عرض کیا کہ حضور آواز آئی ہے۔ معلوم

ہوتا ہے کہ میر مہدی حسین صاحب سے پرچیں ٹوٹ گئیں۔ فرمایا "میر صاحب کو بلاؤ"۔ میر مہدی حسن صاحب ڈرتے ہوئے سامنے آئے حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ میر صاحب کیا ہوا ہے۔ انہوں نے عرض کیا۔ حضور ٹھوکر لگنے سے پیالیاں ٹوٹ گئی ہیں۔ اس پر فرمایا کہ دیکھو جب یہ گریں تھیں تو ان کا آواز کیسا اچھا تھا"۔

(الفضل جلد ۲۸۸۳۰)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:۔

"تم میں سے زیادہ بزرگ وہی ہے جو زیادہ اپنے بھائی کے گناہ بخشتا ہے اور بدبخت ہے وہ جو ضد کرتا ہے اور نہیں بخشتا۔ اس کا مجھ میں حصہ نہیں"۔ (کشتی نوح: صفحہ ۱۷)

المختصر

اس مضمون کو حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب کے ایک بیان پر ختم کرتا ہوں۔ یہ بیان کیا ہے؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اخلاق کا ہلکا سا نقشہ ہے۔ آپ بیان فرماتے ہیں:۔

" آپ نہایت رؤف و رحیم تھے' سخی تھے' مہمان نواز تھے' اشجع الناس تھے' ابتلاؤں کے وقت جب لوگوں کے دل بیٹھے جاتے تھے' آپ شیر نر کی طرح آگے بڑھتے تھے۔ عفو' چشم پوشی' فیاضی' دیانت' خاکساری' صبر' شکر' استغناء' حیاء' غض بصر' عفت' محنت' قناعت' وفاداری' بے تکلفی' سادگی' شفقت' ادب الٰہی' ادب رسول و بزرگان دین' حلم' میانہ روی' ادائیگی حقوق' ایفائے وعدہ' چستی' ہمدردی' اشاعت دین' تربیت' حسن معاشرت' مال کی نگہداشت' حفظ مراتب' حسن ظنی' ہمت اور اولوالعزمی' خودداری' خوش روئی اور کشادہ پیشانی' کظم غیظ..... ' ایثار..... ' انتظام' اشاعت علم و معرفت' خدا اور اس کے رسول کا عشق' کامل اتباع رسول' یہ مختصرا آپ کے اخلاق و

عادات تھے"۔ (سیرت المہدی حصہ سوم صفحہ ۹۷۵)

بقیہ از صفحہ..... 7

بچے بھی بعض ایسے ہیں جو خود جواب دیتے ہیں دوسرے کی باتوں پر بہت تکلیف محسوس کرتے ہیں۔ کچھ ایسے ہیں جو خاموش ہو جاتے ہیں اور صبر سے برداشت کر جاتے ہیں۔ ماں باپ کی نظر ان کے چہروں پر رہتی ہے اور ان کی تکلیف کو زیادہ محسوس کرتے ہیں' ان سے زیادہ پیار کرتے ہیں۔ پس دنیا سے بے نیازی اگر ان معنوں میں ہے کہ دنیا خدا کی خاطر تکلیفیں پہنچاتی ہے اور آپ خدا کی خاطر خاموش ہو جاتے ہیں اور صبر کرتے ہیں تو یہ وہ بے نیازی ہے جو لازماً اللہ کی محبت کو کھینچے گی۔

دوسرے بے نیازی اللہ کے تعلق کے حوالے سے ہے۔ اگر آپ کو دنیا سے ایسا پیار ہے کہ خدا کے پیار کے رستے میں حائل ہو جاتا ہے تو اسے دنیا سے بے نیازی نہیں کہا جا سکتا۔ دنیا سے بے نیازی اللہ کے تعلق میں صرف یہ معنی رکھتی ہے کہ جہاں بھی دنیا خدا سے ٹکراتی ہے اور خدا کے تعلق اور دنیا کے تعلق کے درمیان ایک فیصلہ کرنے کا وقت آتا ہے ہر ایسے موقع پر دنیا سے بے نیاز ہو جاؤ۔ مگر آپ نے یہ نہیں فرمایا ہر ایسے موقع پر بے نیاز ہو جاؤ۔ آپ فرماتے ہیں دنیا سے بے نیاز ہو جاؤ۔ یہ اس لئے ہے کہ ہر ایسے موقع پر بے نیازی ہے جو کامیابی سے اس امتحان سے گزرتا ہے۔ بے نیازی ایک دائمی کیفیت کا نام ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ اس موقع پر سوچ کر یہ فیصلہ کرو کہ اللہ کو لینا ہے اور دنیا کو چھوڑنا ہے۔ آپ نے ایک دائمی کیفیت کا ذکر فرمایا ہے۔ ایک انسان کے دل میں ہمیشہ ہمیش کیلئے یہ جذبہ مرتسم ہو جائے' اس پر لکھا جائے' چھپ جائے کہ خدا کے سوا مجھے کسی چیز سے پیار نہیں ہوگا اگر وہ خدا سے ٹکراتی ہے۔ لیکن اللہ کے حوالے سے غیروں سے پیار کرنا یہ فطرت کے خلاف نہیں ہے بلکہ فطرت کے عین مطابق ہے"۔

(خطبہ جمعہ ۵ جولائی ۱۹۹۶ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل ۲۳ اگست ۱۹۹۶ء)

کل چلی تھی جو لیکھو پہ تیغِ دُعا

گستاخِ رسولؐ پنڈت لیکھرام کا عبرتناک انجام

مارچ ۱۸۹۷ء — مارچ ۱۹۹۷ء - لیکھرام کے نشان پر خصوصی مقالہ

(تحریر سیّد مبشر احمد ایاز۔ مدیر خالد)

جب سے اس دنیا کا آغاز ہوا اور آدم کا ظہور ہوا تو آدم کے مقابل پر ابلیس نے بھی سر اٹھایا ہے۔ اور اس طرح نور اور نار کا مقابلہ شروع ہو گیا۔ مذاہب کی تاریخ کا مطالعہ کرنے والے اچھی طرح جانتے ہیں کہ جب بھی خدا کا فرستادہ لوگوں کو ظلم و جبر کے طوقوں سے جو ان کی گردنوں تک آپہنچے ہوئے ہوتے ہیں۔ ان سے رہائی دلانا چاہتا ہے تو اس مامور من اللہ کا مقابلہ کرنے کے لئے ابلیس صفت' فرعون اور ابوجہل پیدا ہوتے رہے ہیں۔ عالمگیر جماعت احمدیہ جو کہ ایک نیا مذہب نہیں ہے بلکہ (ہم کون ہیں اور ہمارا مذہب کیا ہے۔ حکومت پاکستان کے آرڈیننس مجریہ ۱۹۸۴ء کے تحت ہم اس کا اظہار نہیں کر سکتے) بہر حال عالمگیر جماعت احمدیہ کی بنیاد ۲۳ مارچ ۱۸۸۹ء کو رکھی گئی۔ اس دن حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے خدا کی طرف سے مامور اور مرسل کے طور پر لوگوں سے بیعت کا آغاز کیا۔ اور پھر' مذہب کی تاریخ ایک بار پھر سے دہرائی جانے لگی۔

مارچ کے مہینے کی مناسبت سے آج ایک سو سال اس واقعہ پر پورا ہونے پر ان میں سے ایک معاند سلسلہ کا ذکر کرنا مقصود ہے اور یہ شخص ہے پنڈت لیکھرام (آریہ مسافر) پشاوری۔

سوانحی خاکہ

پنڈت لیکھرام ۱۸۵۶ء میں موضع سید پور تحصیل چکوال ضلع جہلم میں پیدا ہوا۔ اس کے والد کا نام تارا سنگھ تھا۔ پانچ برس کی عمر میں وہاں کے ایک مقامی سکول میں داخل ہوا۔ ۱۵ برس کی عمر میں لیکھرام اپنے چچا گنڈا رام کے پاس پشاور آگیا۔ ۱۸۷۶ء میں پولیس میں ملازمت اختیار کی اور رفتہ رفتہ نقشہ نویس سارجنٹ کے عہدے پر پہنچا۔ (لیکن جوشیلی طبیعت ہونے کی بناء پر) افسروں سے نہ بن سکی اور آخر کار ۱۸۸۴ء میں ملازمت سے استعفیٰ دے دیا۔ (دیباچہ کلیات آریہ مسافر)

مذہبی تعلیم

لیکھرام کی سوانح پڑھنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ جب ۱۵ سال کی عمر میں یہ پشاور آیا ہے تو ایک بڈھا سکھ بھائی جو اس کے چچا کے ماتحت تھا

اس کے ذریعہ اس نے گورمکھی اور گیتا کو پڑھنا شروع کیا۔ پھر منشی اندر من مراد آبادی کی کتابیں پڑھیں اور مسلمانوں سے مباحثات وغیرہ شروع کئے۔ کنہیا لعل الکھ داری کی کتابوں کے مطالعہ کے ذریعہ اسے سوامی دیانند سرسوتی بانی آریہ سماج سے تعارف ہوا۔ لیکھرام نے ۱۸۸۱ء میں پشاور میں آریہ سماج قائم کیا۔ لیکن جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے ملازمت سے استعفیٰ دینے کی وجہ سے ۱۸۸۴ء میں لیکھرام کو اس کی تقدیر لاہور لے آئی جو قادیان سے تھوڑے ہی فاصلہ پر ہے۔

شادی

لیکھرام کی منگنی ایک جگہ ہو چکی تھی اور جب یہ ۲۲ سال کا ہوا تو گھر والوں نے شادی کا کہا مگر لیکھرام نے یہ کہہ کر شادی سے انکار کر دیا کہ میں آریہ دھرم کی خدمت کرنا چاہتا ہوں اور میں شادی کے بندھن وغیرہ میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ گھر والوں نے جب زور لگایا تو پنڈت صاحب نے گھر چھوڑ کر چلے جانے کی دھمکی بھی دے دی اور آخر کار ان کے گھر والوں نے لیکھرام کی منسوبہ کا بیاہ لیکھرام کے چھوٹے بھائی سے کر دیا۔ مگر لیکھرام صاحب آریہ دھرم کی خدمت کی وجہ سے شادی نہ کرنے کے عہد کو نباہ نہ سکے اور دو سال بعد ہی ۲۴ سال کی عمر میں شریمتی لکشمی دیوی کے ساتھ شادی کر لی۔

لیکھرام کی تصنیفات

لیکھرام کی سوانح میں یہ ذکر ہوا ہے کہ پشاور آکر لیکھرام نے کسی سے گیتا پڑھنی شروع کی اور اس کے بعد آریہ سماج کے بانی پنڈت دیانند سرسوتی کے ساتھ اس کی ملاقات ہوتی ہے۔ اور آریہ سماج نے اسلام اور بانی اسلام کے خلاف جو طوفان بدتمیزی برپا کیا ہوا تھا۔ لیکھرام نے ۱۸۸۱ء میں پشاور میں آریہ سماج قائم کر کے اس میں باقاعدہ حصہ لینے کا آغاز کیا۔ ویدک دھرم کی اشاعت کے لئے وہاں سے ایک رسالہ "دھرم اپدیش" جاری کیا لیکن صرف دو سال بعد مالی مشکلات کی بنا پر اس رسالہ کو بند کر دیا گیا۔ (دیباچہ کلیات آریہ مسافر صفحہ ب کالم ۲)

۱۸۸۴ء میں لیکھرام لاہور آگیا اور یہاں آکر اسلام کے خلاف بد زبانی، تحریر اور تقریر دونوں طریقوں سے شروع کی اور اس کی زبان اس وقت تک بند نہ ہوئی جب تک کہ مسیح محمدی کی دعاؤں سے خدائی تلوار نے اس کا قلع قمع نہیں کر دیا۔

حضرت مسیح موعود...... جنہوں نے براہین احمدیہ لکھ کر اسلام اور بانی اسلام کی صداقت کو روز روشن کی طرح ثابت کیا اور اسلام اور بانی اسلام کے خلاف بد زبانی کرنے والوں کو دعوت مبارزت دی اور ان کو للکارا تو اس شیر ببر کا شکار ہونے والا "روبہ زار و نزار" یہ لیکھرام پہلی دفعہ ۱۸۸۵ء میں خدا کے اس پہلوان کے سامنے ہوا۔ لیکن اس کی تفصیل ذرا بعد میں، اس وقت چونکہ لیکھرام کی سوانح حیات کے ذکر میں اس کی تصنیف و تالیف کا ذکر مقصود ہے لہٰذا اس کی تصنیف کا ذکر کر کے اس حصہ کو ختم کیا جاتا ہے۔ آریہ سماج کی تحریرات اور تقریریں عموماً اور لیکھرام کی خصوصاً کس طرح کی ہوتی تھیں یہ بیان کرنا مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت و شان اور صفات مقدسہ، آنحضرت ﷺ کی ذات بابرکات کے متعلق اس دریدہ دہنی سے اس نے کام لیا ہے۔ کہ قلم میں یارا نہیں کہ "نقل کفر کفر نباشد" کے سہارے کے باوجود اس کو بیان کیا جاسکے۔ بہرحال علم و عمل سے عاری اور اس گندہ ذہن اور بدباطن کی تصنیفات تینتیس ہیں۔ جو مجموعہ ہیں بے سروپا باتوں کا اور حقیقت اور صداقت سے عاری الفاظ کا۔ ان میں کچھ تو چھوٹے چھوٹے پمفلٹ ہیں اور کچھ کتابیں ہیں۔ اور ان کو "آریہ ساہتیہ پستکالیہ دھلی" نے "کلیات آریہ مسافر" کے نام سے تین حصوں کے مجموعہ کی صورت میں ۶۲۵ صفحات پر مشتمل شائع کیا ہے۔ ان کتابوں کی فہرست درج ذیل ہے۔

فہرست کتب پنڈت لیکھرام

۱۔ تکذیب براہین احمدیہ جلد اول

۲۔ تکذیب براہین احمدیہ جلد دوم

۳۔ نسخہ خبط احمدیہ

۴۔ ابطال بشارات احمدیہ

۵۔ رسالہ جہاد

۶۔ اظہار حق

۷۔ حجت الاسلام

۸۔ راہ نجات

۹۔ صداقت دھرم آریہ

۱۰۔ رد خلعت اسلام

۱۱۔ آئینہ شفاعت

۱۲۔ پوران کس نے بنائے

۱۳۔ دیوی بھاگوت پریکشا

۱۴۔ مورتی پرکاش

۱۵۔ عطر روحانی

۱۶۔ سانچ کو آنچ نہیں

۱۷۔ رام چندر جی کا سچا درشن

۱۸۔ صداقت الہام

۱۹۔ سچے دھرم کی شناخت

۲۰۔ نجات کی اصلی تعریف

۲۱۔ صداقت رگوید

۲۲۔ مسئلہ نیوگ

۲۳۔ کرسچن مت درپن

۲۴۔ صداقت اصول و تعلیم آریہ سماج

۲۵۔ تاریخ دنیا

۲۶۔ ثبوت تناسخ

۲۷۔ سری کرشن جی کا جیون چرتر (سوانح عمری)

۲۸۔ استری شکشا

۲۹۔ استری شکشا کے وسائل

۳۰۔ آریہ ہندو نمستے کی تحقیقات

۳۱۔ مردہ ضرور جلانا چاہئے

۳۲۔ پتپ ادھارن

۳۳۔ دھرم پرچار

پیشگوئی لیکھرام کا پس منظر

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے براہین احمدیہ میں اسلام کی صداقت' قرآن کے اعجاز اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو دلائل قاطعہ سے ثابت کیا۔ اور بیک وقت مسیحیت' سناتن دھرم' آریہ سماج اور برہمو سماج کی تردید فرمائی اور چیلنج دیا کہ کسی مذہب کا کوئی نمائندہ اپنے دین کی صداقت کیلئے اسی تعداد میں یا اس سے کم ہی دلائل پیش کرے تو ہم دس ہزار روپے انعام اس کو دیں گے۔ اور یہ اعلان حضور نے اندرون و بیرون ملک کثرت سے بھجوایا۔ اور سلاطین' پادری اور پنڈتوں کے پاس بھیجا۔ براہین احمدیہ کی اشاعت سے ہر مذہب و ملت میں ایک غیر معمولی انقلاب آیا۔ اس کی صرف ایک مثال پیش خدمت ہے۔ سید ابوالحسن علی ندوی (ناظم دار العلوم ندوہ العلماء لکھنؤ) لکھتے ہیں۔

"براہین احمدیہ کی اشاعت نے ملک کے مذہبی حلقہ میں ایک غیر معمولی تموج پیدا کر دیا۔ مسلمانوں نے عام طور پر مصنف براہین کا ایک مجدد ذی شان کے طور پر خیر مقدم کیا اور مخالفین اسلام کے کیمپ میں اس گولہ باری سے ایک ہلچل مچ گئی"۔

(قادیانیت صفحہ ۶۱)

ظاہر ہے کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کس قدر نازک حالات و زمانہ میں براہین احمدیہ تصنیف فرمائی جس کے ساتھ دس ہزار روپے کے انعامی چیلنج نے غیر مذہب کے لیڈروں اور پیشواؤں کے دلوں کی زمین کو ہلا دیا۔ یہاں تک کہ آریہ سماج کے بانی پنڈت دیانند سرسوتی تک کو بھی خاموشی کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔ اس کے بعد حضرت اقدس نے ۱۸۸۵ء میں ایک اشتہار دیا جس میں لکھا کہ:۔

"یہ خط چھپوا کر آپ کی خدمت میں اس نظر سے کہ آپ اپنی قوم میں معزز اور مشہور اور مقتداء ہیں ارسال کیا جاتا ہے کہ دین حق جو خدا کی مرضی کے موافق ہے صرف اسلام ہے اور کتاب حقانی جو منجانب اللہ محفوظ اور واجب العمل ہے صرف قرآن ہے۔ آپ کو اس دین حق کی حقانیت یا ان آسمانی نشانوں کی صداقت میں شک ہو تو آپ طالب صادق بن کر (قادیان میں) تشریف لاویں اور ایک سال تک اس عاجز کی صحبت میں رہ کر ان آسمانی نشانوں کا چشم خود مشاہدہ کریں و لیکن اس شرط نیت سے (جو طالب صادق کی نشانی ہے) کہ بمجرد معائنہ آسمانی نشانوں کے اسی جگہ قادیان میں شرف اظہار اسلام یا تصدیق خوارق سے مشرف ہو جائیں گے۔ اس شرط نیت سے آپ آویں گے تو ضرور انشاء اللہ تعالیٰ آسمانی نشان مشاہدہ کریں گے۔ اس امر کا خدا کی طرف سے وعدہ ہو چکا ہے جس میں تخلف کا امکان نہیں اور اگر آپ آویں اور ایک سال رہ کر کوئی آسمانی نشان مشاہدہ نہ کریں تو دو سو روپیہ ماہوار کے حساب سے آپ کو ہرجانہ یا جرمانہ دیا جائے گا۔ اس دو سو روپیہ کو آپ اپنے شایان شان نہ سمجھیں تو اپنے اوقات کا عوض یا ہماری وعدہ خلافی کا جرمانہ جو آپ اپنی شان کے لائق قرار دیں گے ہم اس کو بشرط استطاعت قبول کریں گے"۔ (مجموعہ اشتہارات جلد اول ۲۰، ۲۲)

لیکھرام کا مقابل پر آنا

براہین احمدیہ کے دس ہزار کے انعامی چیلنج اور ایک سال میں نشان نمائی کے اعلان کو کسی مخالف اسلام لیڈر پیشوا نے قبول کرنے کی جرات نہ کی۔ ہاں منشی اندر من مراد آبادی نے قدرے مستعدی ظاہر کی۔ مگر جونہی حضرت اقدس نے ان کی خواہش پر ایک وفد کے ہاتھ ۲۴ سو روپیہ لاہور بھجوانے کا انتظام فرمایا تو وہ جان چھڑا کر فرید کوٹ بھاگ گئے۔ البتہ لیکھرام کے منہ میں پانی بھر آیا۔ حالانکہ نہ اس کو مخاطب کیا گیا تھا اور نہ وہ اس حیثیت کا آدمی تھا۔ اس نے حضرت اقدس سے خط و کتابت میں قادیان آنے پر آمادگی بھی ظاہر کی اور دو سو روپیہ ماہوار کا مطالبہ کیا۔ حضرت اقدس نے جواب دیا کہ:۔

"ہمارا مقابلہ عوام الناس سے نہیں ہے بلکہ ہر قوم کے چیدہ اور منتخب اور صاحب عزت لوگوں سے ہے"۔ (کلیات آریہ مسافر از لیکھرام صفحہ ۴۱۱)

مگر تم کسی قوم کے مقتداء اور پیشوا نہیں کہ جن کا ہدایت پانا ایک گروہ کثیر پر موثر ہو سکتا ہے اور نہ تمہاری آمدنی اتنی ہے مگر اس نے حسب عادت یاوہ گوئی اور استہزاء سے کام لیا اور خود کو لیڈر ظاہر کیا۔ حضرت اقدس نے لکھا کہ وہ آریہ سماج قادیان، لاہور، پشاور، امرتسر اور لدھیانہ کے ممبروں کی حلفی تصدیق سے ایک اقرار نامہ پیش کر دے کہ وہ اس کو اپنا مقتداء اور پیشوا تسلیم کرتے ہیں"۔ (کلیات آریہ مسافر صفحہ ۴۰۸)

مگر وہ ایسا نہ کر سکا اور جب وہ قادیان آیا تو اس کو حضور کی طرف سے

"بار بار کہا گیا کہ اپنی حیثیت کے موافق مگر اس تنخواہ سے دو چند جو پشاور میں نوکری کی حالت میں پاتے تھے ہم سے بحساب ماہواری لینا کر کے ایک سال تک ٹھہرو اور اخیر پر یہ بھی کہا گیا کہ

اگر ایک سال تک منظور نہیں تو چالیس دن تک ہی ٹھہرو تو انہوں نے ان دونوں صورتوں میں سے کسی ایک کو منظور نہیں کیا"۔

(سرمہ چشم آریہ بار سوم صفحہ ۱۹۷/۱۸۸۶ء)

آخر جب اس نے بہت شوخی اختیار کی تو حضور نے جواب دیا کہ آپ چونکہ میری شرائط سے تجاوز کر کے "مجھ سے چوبیں سو روپیہ نقد کسی دوکان یا بنک سرکار میں جمع کرانا چاہتے ہیں"۔ تو پھر یوں کریں کہ۔ ایک طرف یہ خاکسار ۲۴ سو روپیہ حسب نشاندہی آپ کے کسی جگہ کرا دے اور ایک طرف آپ بھی اس قدر روپیہ حسب نشان دہی اس عاجز کے بوجہ تاوان انکار اسلام کسی مہاجن کی دوکان پر رکھوا دیں۔ تا جس کو خدا فتح بخشے اس کے لئے یہ روپیہ ایک یادگار رہے"۔ (کلیات آریہ مسافر صفحہ ۴۱۱)

آخر لیکھرام کو دو سو روپے ماہانہ کی شرائط اڑانا پڑی۔ کیونکہ اس طرح خود اسے بھی تاوان بھرنے کا اندیشہ تھا۔ اس لئے معاوضہ کی رقم صرف تیس روپے ماہوار پر آگئی مگر وہ بار بار لکھتا کہ آپ بحث نہیں کرتے حالانکہ حضور نے بحث کی صورت میں اس کے سامنے یہ طریق پیش کیا تھا کہ "وہ وید کی پابندی سے اور اس کی شرتیوں کے حوالہ سے بحث کرے اور ہم قرآن شریف کی پابندی سے اور اس کی آیتوں کے حوالہ سے بحث کریں"۔ (استفتاء صفحہ ۸)

مگر وہ اس طریق سے گریز کرتا اور اپنے ہم نشینوں کو خوش کرنے کے لئے ہنسی و ٹھٹھے سے کام لیتا رہا۔ اور آخر وہ قادیان سے چلا گیا۔

آسمانی نشان کا مطالبہ اور لیکھرام کی دعائے

مباہلہ

۱۔ قادیان سے جاتے ہوئے پنڈت لیکھرام نے ۱۱ دسمبر ۱۸۸۵ء کو خط میں لکھا کہ:۔

"اچھا آسمانی نشان تو دکھا دیں اگر بحث کرنا نہیں چاہتے تو رب العرش خیر الماکرین سے میری نسبت کوئی نشان تو مانگیں تا فیصلہ ہو"۔ (خط لیکھرام بحوالہ استفتاء صفحہ ۷)

۲۔ ایک خط میں خود یہ دعا کی کہ:۔

"ہے پرما نند سروپ پرماتما! ست کا پرکاش کر اور است کا ناش کر۔ تا کہ تیری ست وید ودیا سب سنسار میں پرمرت ہوئے"۔ (استفتاء صفحہ ۹)

۳۔ پھر اپنی کتاب میں "خاتمہ اور مباہلہ" کے عنوان کے نیچے یہ دعائے مباہلہ لکھی کہ:۔

"اے پرمیشور ہم دونوں میں سچا فیصلہ کر...... کیونکہ کاذب صادق کی طرح کبھی تیرے حضور عزت نہیں پا سکتا"۔

(کلیات آریہ مسافر صفحہ ۵۸۵ بار دوم صفحہ ۲۳۶)

یعنی خدا تعالیٰ سچے کے حق میں فیصلہ کرے اور جھوٹے پر اپنا قہر و عذاب نازل کرے اس کے ساتھ ہی لیکھرام کی شوخی و گستاخی، ہنسی و مذاق، تمسخر ٹھٹھے بازی اور بہتان طرازیاں دن بدن بڑھتی گئیں۔ وہ رسول خدا آنحضرت ﷺ کا نہ صرف مذاق اڑاتا بلکہ گندی اور غلیظ گالیاں تقریر و تحریر میں دیتا رہتا اور اسلام اور قرآن کریم پر پھبتیاں کستا جیسا کہ اس کی کتابوں کے مجموعہ "کلیات آریہ مسافر" میں دیکھا جا سکتا ہے۔

حضرت اقدس کا ایک کشف

۱۸۸۵ء ہی میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے عالم کشف میں دیکھا کہ:۔

"بعض احکام قضاء و قدر میں نے اپنے ہاتھ سے لکھے ہیں کہ آئندہ زمانہ میں ایسا ہوگا۔ اور پھر اس کو دستخط کرانے کیلئے خداوند قادر مطلق جل شانہ کے سامنے پیش کیا ہے..... اس

ذات بیچون و بے چگوں کے آگے وہ کتاب قضاء و قدر پیش کی گئی اور اس نے جو ایک حاکم متمثل تھا اپنے قلم کو سرخی کی دوات میں ڈبو کر اول اس سرخی کو اس عاجز کی طرف چھڑکا اور بقیہ سرخی کا قلم کے منہ میں رہ گیا اس سے اس کتاب پر دستخط کر دیئے۔ ساتھ ہی وہ حالت کشفیہ دور ہو گئی اور آنکھ کھول کر جب خارج میں دیکھا تو کئی قطرے سرخی کے تازہ بتازہ کپڑوں پر پڑے"۔

(سرمہ چشم آریہ صفحہ ۱۰۳، ۱۰۴ بار سوم)

بعد میں آپ نے ۱۵ مارچ ۱۸۹۷ء کے اشتہار میں اسی سرخی کے چھینٹوں والے کشف کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا کہ:۔

"سرمہ چشم آریہ میں ایک کشف ہے جس کو گیارہ برس ہو گئے جس کا ماحصل یہ ہے کہ خدا نے ایک خون کا نشان دکھایا وہ خون کپڑوں پر پڑا جو اب تک موجود ہے یہ خون کیا تھا وہی لیکھرام کا خون تھا"۔ (مجموعہ اشتہارات جلد ۲ صفحہ ۳۵۹)

جنوری ۱۸۸۶ء میں حضرت اقدس حسب ارشاد الٰہی ہوشیار پور تشریف لے گئے اور احیائے (دین حق) کے لئے غیر معمولی طور پر دعاؤں میں چالیس روز مصروف ہوئے۔ جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو تین قسم کے نشان عطا فرمائے اور آپ نے ان پیشگوئیوں کو ایک رسالہ "سراج منیر" مشتمل بر نشانہائے رب قدیر میں شائع کرنے کا اعلان فرمایا۔ اول وہ پیشگوئیاں جو خود حضرت اقدس کی ذات سے تعلق رکھتی ہیں۔ دوسری وہ پیشگوئیاں جو بعض احباب یا عام طور پر کسی ایک شخص یا بنی نوع سے متعلق ہیں۔ تیسری وہ پیشگوئیاں جو مذاہب غیر کے پیشواؤں یا واعظوں سے تعلق رکھتی ہیں۔ لیکن آپ کا مقصد چونکہ کسی کی دلازاری بھی نہیں تھا لہٰذا آپ نے ان پیشگوئیوں کو شائع کرنے سے پہلے ایک اشتہار شائع کیا اور اس میں لکھا کہ:۔

"چونکہ پیشگوئیاں کوئی اختیاری بات نہیں ہے۔ تاکہ ہمیشہ اور ہر حال میں خوشخبری پر دلالت کریں اس لئے ہم بانکسار تمام اپنے موافقین و مخالفین کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ اگر وہ کسی پیشگوئی کو اپنی نسبت ناگوار طبع (جیسے خبر موت فوت یا کسی اور مصیبت کی نسبت پاویں تو اس بندہ ناچیز کو معذور تصور فرمائیں بالخصوص وہ صاحب جو بباعث مخالفت و مغائرت مذہب اور بوجہ نامحرم ہونے کے حسن ظن کی طرف بمشکل رجوع کر سکتے ہیں۔ جیسے منشی اندر من صاحب مراد آبادی و پنڈت لیکھرام صاحب پشاوری وغیرہ جن کی قضاء و قدر کے متعلق غالباً اس رسالہ میں بقید وقت و تاریخ کچھ تحریر ہو گا...... اگر کسی صاحب پر کوئی ایسی پیشگوئی شاق گذرے تو وہ...... دو ہفتہ کے اندر اندر اپنی دستخطی تحریر سے مجھ کو اطلاع دیں۔ تا وہ پیشگوئی جس کے ظہور سے وہ ڈرتے ہیں اندارج رسالہ سے علیحدہ رکھی جائے اور موجب دل آزاری سمجھ کر کسی کو اس پر مطلع نہ کیا جاوے اور کسی کو اس کے وقت ظہور سے خبر نہ دی جائے"۔

اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء بحوالہ مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ ۹۸۔۱۰۰)

لیکھرام کا ردعمل

اس اشتہار میں آپ نے بتفصیل اپنے ہاں ایک عظیم الشان فرزند کے تولد ہونے کی بھی بطور "نشان رحمت" خبر شائع فرمائی۔ اس اشتہار کے بعد منشی اندر من مراد آبادی نے تو اعراض کیا۔ اور کچھ عرصہ کے بعد فوت ہو گیا۔ مگر پنڈت لیکھرام نے حضرت اقدس کے نام بڑی شوخی اور دلیری سے ایک دستخطی کارڈ میں لکھا کہ:۔

"میں آپ کی پیشگوئیوں کو واہیات سمجھتا ہوں۔ میرے حق میں جو چاہو شائع کرو۔ میری طرف سے اجازت ہے اور میں کچھ خوف نہیں کرتا"۔ (بحوالہ استفتاء صفحہ ۹)

پھر لیکھرام نے اپنے اشتہار اپریل ۲۵ فروری ۱۸۸۶ء میں لکھا کہ:۔

"حضرت کو اس نیاز مند اور منشی اندر من صاحب کی وفات و حیات و شادی و غمی کی نسبت الہام ہوئے ہیں۔ مگر نہیں بتلاتے ہیں مگر جب تک ہم ان کو اجازت نہ دیویں منشی اندر من صاحب کا حال مجھے معلوم نہیں مگر میں نے ان کو تحریری اجازت نامہ ارسال کر دیا ہے جس پر اب تک کچھ انکشاف نہیں ہوا خیر الماکرین سے مرزا صاحب کو کیا الہام ہوتا ہے"۔ (کلیات آریہ مسافر بار اول صفحہ ۴۱۵'۴۱۶)

بلکہ یہاں تک تعلی سے لکھ دیا کہ:۔

" آپ میں یہ قدرت ہرگز نہیں کہ کسی کے بارے میں صریح خبر بقید تاریخ و وقت لکھ سکیں"۔

(کلیات آریہ مسافر صفحہ ۴۹۴)

تیغ بران محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اگرچہ حضرت اقدس کو لیکھرام نے اپنی موت کی پیشگوئی کی اشاعت کی اجازت دے دی تھی مگر حضور نے بڑا توقف کیا۔ کیونکہ آپ کو ابھی اس کی موت کی معیاد و وقت نہ بتلایا گیا تھا اور لیکھرام کا اصرار تھا کہ معیاد کی قید کے ساتھ موت کی خبر بتلائی جاوے۔ آخر لیکھرام کی شوخیوں اور بے باکیوں کے نتیجہ میں وہ وقت بھی آ گیا۔ جب کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بقید وقت و تاریخ لیکھرام کی موت کی نسبت مفصل اطلاع بھی دے دی گئی۔ حضور نے ان الہامات کو ایک اشتہار کے علاوہ کتاب آئینہ کمالات اسلام میں شائع کرتے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں ایک فارسی نعت لکھی جس کا پہلا شعر یہ ہے۔

عجب نوریست در جانِ محمدؐ
عجب لعلیست در کانِ محمدؐ

اور آخری اشعار یہ ہیں

الا اے دشمن نادان و بے راہ
بترس از تیغ برانِ محمدؐ
الا اے منکر از شانِ محمدؐ
ہم از نور نمایانِ محمدؐ
کرامت گرچہ بے نام و نشان است
بیا بنگر زغلمانِ محمدؐ

آخری شعر کے نیچے ہاتھ کی انگلی کا اشارہ کر کے تصویر بنائی ہے اور اس کی نیچے لکھا ہے۔

لیکھرام پشاوری کی نسبت ایک پیشگوئی

واضح ہو کہ اس عاجز نے اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں منشی اندر من مراد آبادی اور لیکھرام پشاوری کو اس بات کی دعوت دی تھی کہ اگر وہ خواہشمند ہوں تو ان کی قضا و قدر کی نسبت بعض پیشگوئیاں شائع کی جائیں تو اس اشتہار کے بعد اندر من نے تو اعراض کیا اور کچھ عرصہ کے بعد فوت ہو گیا لیکن لیکھرام نے بڑی دلیری سے ایک کارڈ اس عاجز کی طرف روانہ کیا کہ میری نسبت جو پیشگوئی چاہو شائع کر دو۔ میری طرف سے اجازت ہے سو اس کی نسبت جب توجہ کی گئی تو اللہ جل شانہ کی طرف سے یہ الہام ہوا۔

"عِجْلٌ جَسَدٌ لَہٗ خُوَارٌ لَہٗ نَصَبٌ وَ عَذَابٌ"

یعنی یہ صرف ایک بے جان گوسالہ ہے جس کے اندر سے ایک مکروہ آواز نکل رہی ہے اور اس کے لئے ان گستاخیوں اور بد زبانیوں کے عوض میں سزا اور رنج کا عذاب مقدر ہے جو ضرور اس کو مل کر رہے گا"۔

عذاب شدید کی پیشگوئی

"اور اس کے بعد آج جو ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء روز دو شنبہ ہے اس

عذاب کا وقت معلوم کرنے کے لئے توجہ کی گئی تو خداوند کریم نے مجھ پر ظاہر کیا کہ آج کی تاریخ سے جو ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء ہے چھ برس کے عرصہ تک یہ شخص اپنی بد زبانیوں کی سزا میں یعنی ان بے ادبیوں کی سزا میں جو اس شخص نے رسول اللہ ﷺ کے حق میں کی ہیں عذاب شدید میں مبتلا ہو جائے گا۔ سو اب میں اس پیشگوئی کو شائع کر کے تمام مسلمانوں اور آریہ اور عیسائیوں اور دیگر فرقوں پر ظاہر کرتا ہوں کہ اگر اس شخص پر چھ برس کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے کوئی ایسا عذاب نازل نہ ہوا جو معمولی تکلیفوں سے نرالا اور خارق عادت اور اپنے اندر الٰہی ہیبت رکھتا ہو تو سمجھو کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں اور نہ اس کی روح سے میرا نطق ہے....... اور یہ پیشگوئی اتفاقی نہیں بلکہ اس عاجز نے خاص اسی مطلب کے لئے دعا کی جس کا یہ جواب ملا اور یہ پیشگوئی مسلمانوں کیلئے بھی نشان ہے"۔

پھر فرمایا:۔

"اب آریوں کو چاہئے کہ سب مل کر دعا کریں یہ عذاب ان کے وکیل سے ٹل جائے"۔

(ضمیمہ آئینہ کمالات اسلام و مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ ۳۷۲٬۳۷۳ ۳۷۴)

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے جب لیکھرام کے بارے میں صراحت کے ساتھ پیشگوئی شائع کی تو آریہ سماج کی طرف سے اور لیکھرام کی طرف سے پھر بھی ہنسی اور ٹھٹھا ہوتا رہا اور مختلف نکتہ چینیاں ہوتی رہیں۔ چنانچہ اخبار انیس ہند میرٹھ (۲۵ مارچ ۱۸۹۳ء) نے حضرت اقدس کی پیشگوئی مورخہ ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء پر نکتہ چینی کی تو اس کے جواب میں حضور نے فرمایا کہ:۔

"اگر میں نے اٹکل سے کام لے کر یہ پیشگوئی کی ہے تو جس شخص کی نسبت یہ پیشگوئی ہے وہ بھی تو ایسا کر سکتا ہے کہ انہیں اٹکلوں کی بنیاد پر میری نسبت کوئی پیشگوئی کر دے بلکہ میں راضی ہوں کہ بجائے چھ برس کے جو میں نے اس کے حق میں معیاد مقرر کی ہے وہ میرے لئے دس برس لکھ دے..... پھر....... مقابلہ میں خود معلوم ہو جائے گا کہ کونسی بات انسان کی طرف سے اور کون سی بات خدا تعالیٰ کی طرف سے"۔

اس کے بعد موٹے حروف میں لکھا۔

لیکھرام کی نسبت ایک اور خبر

"آج جو ۲ اپریل ۱۸۹۳ء مطابق ۱۴ ماہ رمضان ۱۳۱۰ء ہے صبح کے وقت تھوڑی سی غنودگی کی حالت میں میں نے دیکھا کہ ایک شخص قوی ہیکل مہیب شکل گویا اس کے چہرے پر سے خون ٹپکتا ہے میرے سامنے آکر کھڑا ہو گیا ہے میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ ایک نئی خلقت اور شمائل کا شخص ہے گویا انسان نہیں ملائک شداد غلاظ میں سے ہے اور اس کی ہیبت دلوں پر طاری تھی اور میں اس کو دیکھتا ہی تھا کہ اس نے مجھ سے پوچھا کہ لیکھرام کہاں ہے؟....... تب میں نے اس وقت سمجھا کہ یہ شخص لیکھرام....... کی سزادہی کے لئے مامور کیا گیا ہے...... یہ یکشنبہ کا دن اور ۳ بجے کا وقت تھا"۔ (برکات الدعاء سرورق ۲۔۳۔۴)

ایک اور الہام اور چھ کا ہندسہ

لیکھرام کے متعلق ایک الہام یہ ہوا:۔

يُقْضٰى اَمْرُهٗ فِي سِتٍّ (استفتاء حاشیہ صفحہ ۱۰)

"چھ میں اس کا کام تمام کر دیا جائے گا"۔

یعنی ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء سے چھ برس کے اندر اور کسی مہینہ کی چھ تاریخ کو اور دن کے چھٹے گھنٹے لیکھرام پر "تیغ بران" اپنا کام کرے گی۔

عید کا دن

یہ معاملہ یہیں تک نہیں رہا بلکہ حضرت اقدس نے ۱۸۹۳ء میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو مخاطب کر کے عربی قصیدہ میں یہ خبر دی کہ:۔

وَالَیْتُ اِنِّی .... ثُمَّ تُکْفِرُ
فَاَیْنَ الْحَیَاءُ اَنْتَ امْرُؤٌ اَوْ عَقْرَبُ
وَ بَشَّرَنِی رَبِّی وَقَالَ مُبَشِّرًا
سَتَعْرِفُ یَوْمَ الْعِیْدِ وَالْعِیْدُ اَقْرَبُ
وَسَوْفَ تَرٰی اِنِّی صَدُوْقٌ مُؤَیَّدٌ
وَلَسْتُ بِفَضْلِ اللّٰہِ مَا اَنْتَ تَحْسَبُ

(کرامات الصادقین صفحہ ۵۴)

یعنی میں حلفیہ کہہ چکا ہوں کہ میں.....ہوں پھر بھی آپ مجھے کافر ٹھہراتے ہیں۔ سنئے! مجھے خدا تعالیٰ نے ایک نشان کی بشارت دے کر کہا ہے کہ تو اس واقعہ کو عید کے دن پہچان لے گا اور وہ خوشی اور عید کا دن اسلامی عید سے ملحق و قریب ہوگا۔ گویا مولوی محمد حسین بٹالوی اور خود حضرت اقدس بھی زندہ ہوں گے جب کہ یہ نشان یہود کی عید یعنی سبت کے دن مگر مسلمانوں کی عید کے بالکل ملحقہ دن کو ظاہر ہوگا۔

لیکھرام کبھی قادیان نہیں آئیگا

پھر لیکھرام کی موت سے ایک ماہ پہلے فروری ۱۸۹۷ء میں جب کہ پنڈت لیکھرام قادیان میں موجود تھا فرمایا:۔

"میں نے اسی لیکھرام کے متعلق دیکھا کہ ایک نیزہ ہے۔ اس کا پھل بڑا چمکتا ہے اور لیکھرام کا سر پڑا ہوا ہے اسے اس نیزہ سے پرو دیا ہے اور کہا گیا کہ پھر یہ قادیان میں نہ آئے گا"۔

(تذکرہ صفحہ ۳۰۱ البدر ۱۲ جنوری ۱۹۰۳ء صفحہ ۹۰)

حضرت مسیح موعود کی ان ساری پیشگوئیوں کو سامنے رکھ کر دیکھا جائے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ

اول: لیکھرام ایک ایسے عبرتناک عذاب میں مبتلا کیا جائے گا جس کا نتیجہ ہلاکت ہوگا۔

دوم: یہ عذاب چھ سال کے عرصہ میں آئے گا۔

سوم: یہ عذاب عید کے دن سے ملے ہوئے دن سے آئے گا۔

چہارم: اس کی ہلاکت ایک ایسے شخص سے مقدر ہے جس کی آنکھوں سے خون ٹپکتا ہوگا (جیسا کہ کشف دکھایا گیا)

پنجم: وہ "تیغ بران محمد" یعنی رسول اکرم ﷺ کی تیز تلوار سے کیفر کردار کو پہنچے گا۔

ششم: اس کے ساتھ وہی سلوک کیا جائے گا جو سامری کے بنائے ہوئے بچھڑے سے کیا گیا تھا۔

آیئے اب اس شاتم رسول کو کیفر کردار تک پہنچتے ہوئے اور تیغ محمدی کا شکار ہوتے ہوئے دیکھیں۔

آخر کام تمام کیا

اور آخر کار خدائی تقدیر کا وقت آن پہنچا اور نبی کریم ﷺ کو گالیاں دینے والے کو عذاب شدید کا مزہ چکھانے کی گھڑی آ گئی اور اس گوسالہ سامری کو ذبح کر دینے کا لمحہ آن پہنچا۔ چنانچہ بیان کیا جاتا ہے کہ پنڈت لیکھرام ۶ مارچ ۱۸۹۷ء کو ہفتہ کے دن شام کے وقت اپنے مکان کی بالائی منزل پر برہنہ بدن پنڈت دیا نند بانی آریہ سماج کی سوانح عمری لکھ رہے تھے اور وہ شدھ ہونے والا شخص بھی بقول آریہ صاحبان کمبل اوڑھے پاس بیٹھا تھا کہ شام سات بجے تصنیف کے کام سے تھک کر پنڈت لیکھرام کھڑے ہو گئے اور کھڑے ہوتے ہی انگڑائی لی جس پر اس شدھ ہونے والے شخص نے لیکھرام کی بڑھی ہوئی توند

پر خنجر سے ایسا بھرپور وار کیا کہ انتڑیاں باہر نکل آئیں اور لیکھرام کے منہ سے بیل کی طرح بڑے زور سے آواز نکلی جس کو سنتے ہی اس کی بیوی اور والدہ اس کے کمرہ میں آگئیں۔ ان کے شور سے گلی محلہ کے لوگ بھی جمع ہو گئے مگر کسی کو بھی قاتل کا پتہ نہ چلا کہ وہ کدھر سے اور کدھر کو اور کس طرح اور کہاں غائب ہو گیا؟ محلہ اور گلی بھی ہندوؤں کی تھی اور آگے سے گلی بھی بند تھی اور اتفاق سے اس روز اس گلی میں کسی لالہ جی کی شادی بھی تھی مگر کسی شخص نے کسی مشتبہ شخص کو بھاگتے یا جاتے نہیں دیکھا۔

پنڈت جی کو لاہور کے میو ہسپتال میں پہنچایا گیا چونکہ شام کا وقت تھا۔ انگریز سرجن ڈاکٹر پیری وہاں موجود نہ تھے۔ ڈاکٹر کے آنے میں دیر ہوئی تو پنڈت لیکھرام اپنی تقدیر کو بار بار کوستے۔ ہائے میری قسمت کوئی ڈاکٹر بھی نئیں بوہڑدا۔ (یعنی میری بد نصیبی اور بد قسمتی ہے کہ کوئی ڈاکٹر بھی نہیں پہنچتا)

آخر بڑی انتظار کے بعد رات کے تقریباً ۹ بجے ڈاکٹر پیری آگئے اتفاق سے اس وقت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب (احمدی) میڈیکل کالج کے سٹوڈنٹ بھی وہاں ڈیوٹی پر تھے۔ انگریز ڈاکٹر نے جو انکو "مرزا صاحب"! مرزا صاحب! کہہ کر پکارا تو پنڈت لیکھرام کانپ اٹھا آخر کار بعض آریوں کی درخواست پر کہ پنڈت جی کو "مرزا صاحب" کے لفظ سے تکلیف ہوتی ہے۔ مرزا یعقوب بیگ صاحب کو وہاں سے ہٹا دیا گیا۔ گویا ان کو یہ احساس ہو گیا تھا کہ

جس کی دعا سے آخر لیکھو مرا تھا کٹ کر
ماتم پڑا تھا گھر گھر وہ میرزا یہی ہے

خیر ڈاکٹر پیری نے زخم سیئے لیکن قریباً بارہ بجے جب وہ انتڑیاں وغیرہ صاف کر کے اور پیٹ کو سی کر ہاتھ دھونے لگے تو لیکھرام کے زخموں کے ٹانکے ٹوٹ گئے جو ان کو دوبارہ سینے پڑے۔ اس وقت پولیس نے پنڈت جی کا بیان لینا چاہا مگر ڈاکٹر نے یہ کہہ کر روک دیا کہ اس میں جان کا خطرہ ہے آخر شب ہو گئی اور پنڈت لیکھرام تقریباً ۶ گھنٹے بقائمی ہوش و حواس "عذاب شدید" کا مزہ چکھتے ہوئے اور تڑپ تڑپ کر دو بجے رات یعنی اتوار کی صبح چار بجے سے پہلے ہی چل بسے اور خداوند تعالیٰ کا کلام پوری شان کے ساتھ پورا ہو کر رہا۔

کوئی اگر خدا پہ کرے کچھ بھی افتراء
ہوگا وہ قتل ہے یہی اس جرم کی سزا

آریوں کو چیلنج

لیکھرام کے قتل کے بعد عبرت حاصل کرنے والوں نے تو یقیناً عبرت حاصل کی اور ہزاروں لوگوں نے تحریری طور پر گواہی دی کہ یہ خدا کی بات تھی جو پوری ہوئی لیکن آریہ سماج والوں نے اس قتل کو ایک سازش قرار دیا اور یہ ڈھنڈورا پیٹا کہ مرزا صاحب نے سازش کے ذریعہ لیکھرام کو قتل کرایا ہے۔ اور اس کے لئے انہوں نے پولیس اور حکومت پر بھی زور دیا کہ وہ توجہ کرے اور قاتل کو گرفتار کرے گو کہ آریہ صاحبان کا اشارہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی طرف تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جو کہ اس پیشگوئی کو صد فیصد خدائی کرشمہ قدرت یقین رکھتے تھے انہوں نے فرمایا:۔

"گورنمنٹ خدا کی پیشگوئیوں میں دخل نہیں دے سکتی۔ جس قدر گورنمنٹ اس کی طرف توجہ کرے گی اس قدر ان پیشگوئیوں کو آسانی اور بے لوث اور پاک پائے گی"۔

(اشتہار ۱۵ مارچ ۱۸۹۷ء)

اور عملاً وہی ہوا، گورنمنٹ نے بھی اس دباؤ میں آکر ۸ اپریل ۹۷ء کو آپ کے گھر کی تلاشی بھی لی لیکن پولیس افسران اس تسلی کے ساتھ واپس لوٹے کہ اس میں حضرت مرزا صاحب کا ذرہ برابر سازش میں ملوث ہونا شامل نہیں...... حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس خانہ تلاشی کا ذکر اپنے اشتہار مرقومہ ۱۱ اپریل ۱۸۹۷ء میں فرمایا ہے۔ (دیکھیں مجموعہ اشتہارات جلد ۲ صفحہ ۳۸۱)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آریہ مذہب کے ان الزامات اور ایسی بے کار کوششوں کو ترک کرنے کی نصیحت فرمائی اور توجہ اس طرف مبذول کروائی کہ اصل موقع تو اس بات کا ہے کہ ادھر توجہ کریں کہ خدا نے ایک فیصلہ کیا ہے جیسا کہ فریقین میں سے ہر دو نے چاہا تھا لہذا خدا کے اس فیصلہ کے آگے سر تسلیم خم کریں۔ آپ اس امر کا تذکرہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"...... اسلام کے مذہب اور ہندوؤں کے مذہب کا خدا تعالیٰ کی درگاہ میں سترہ برس سے ایک مقدمہ دائر تھا سو آخر ۶ مارچ ۱۸۹۷ء کے اجلاس میں اس اعلیٰ عدالت نے مسلمانوں کے حق میں ایسی ڈگری دی جس کا نہ کوئی اپیل اور نہ مرافعہ اب یہ واقعہ دنیا کو کبھی نہ بھولے گا۔ آریہ صاحبوں کو چاہئے کہ اب گورنمنٹ کو ناحق تکلیف نہ دے....."۔

(اشتہار ۲۲ مارچ ۱۸۹۷ء مجموعہ اشتہارات جلد ۲ صفحہ ۳۷۵)

اس کے ساتھ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نہایت تحدی کے ساتھ سازش کا الزام لگانے والوں کو یہ چیلنج دیا کہ:۔

"اگر اب بھی کسی شک کرنے والے کا شک دور نہیں ہو سکتا اور مجھے اس قتل کی سازش میں شریک سمجھتا ہے جیسا کہ ہندو اخباروں نے ظاہر کیا ہے تو میں ایک نیک صلاح دیتا ہوں کہ جس سے یہ سارا قصہ فیصلہ ہو جائے اور وہ یہ ہے کہ ایسا شخص میرے سامنے قسم کھائے جس کے الفاظ یہ ہوں کہ

" میں یقیناً جانتا ہوں کہ یہ شخص سازش قتل میں شریک یا اس کے حکم سے واقعہ قتل ہوا ہے۔ پس اگر یہ صحیح نہیں ہے تو اے قادر خدا ایک برس کے اندر مجھ پر وہ عذاب نازل کر جو ہیبت ناک عذاب ہو مگر کسی انسان کے ہاتھوں سے نہ ہو اور نہ انسان کے منصوبوں کا اس میں کچھ دخل متصور ہو سکے"۔

پس اگر یہ شخص ایک برس تک میری دعا سے بچ گیا تو میں مجرم ہوں اور اس سزا کے لائق جو ایک قاتل کے لئے ہونی چاہئے۔ اب اگر کوئی بہادر کلیجہ والا آریہ ہے جو اس طور سے تمام دنیا کو شبہات سے چھڑا دے تو اس طریق کو اختیار کرے"۔

(سراج منیر صفحہ ۲۷ مجموعہ اشتہارات جلد ۲ صفحہ ۳۵۲'۳۵۳)

دو ہندو فاضلوں کا بیان

ایک آریہ سماجی بابو گھانسی رام ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی کھلے الفاظ میں فرماتے ہیں:۔

"صوبہ پنجاب کے دار الخلافت لاہور میں یہ قتل ہوا مگر پولیس قاتل کا پتہ چلانے میں ناکامیاب رہی۔ اتفاق دیکھئے کہ غلام احمد کی پیشگوئی پوری ہوئی اور پنڈت لیکھرام کو شہادت نصیب ہوئی۔ اس بات کو پرمیشور ہی جان سکتا ہے کہ یہ اس کا بھیجا ہوا عذاب تھا یا انسان کا"۔

(مسافر آریہ کا شہید نمبر ۶ مارچ ۱۹۱۳ء بحوالہ تاریخ احمدیہ جلد ۲ صفحہ ۲۰)

یہ تو ایک آریہ سماجی کا بیان تھا اب ایک سناتن دھرم کے فاضل کا اقرار ملاحظہ ہو۔ جناب مدن گوپال مدن پاراشر سابق ایڈیٹر "رندھیر" ضلع لاہور لکھتے ہیں:۔

"لیکھرام کے مارے جانے کی نسبت پیشگوئی اور الزام قتل سے انجام کار اپنے بری ہونے کی پیشگوئی پوری ہوئی"۔

(آہنسا کا اقرار مولفہ مدن گوپال بحوالہ تاریخ احمدیت جلد ۲ صفحہ ۴۲۰)

لیکھرام کا ذکر پہلی کتابوں میں

پہلے ذکر کیا جا چکا ہے لیکھرام کی بد زبانیوں اور نبی پاک پر زبان طعن دراز کرنے کی پاداش میں آخر کا حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی دعاؤں کے طفیل خدا تعالیٰ نے علم غیب سے اطلاع دی کہ اس شاتم رسول ﷺ کا چھ برس میں قلع قمع کر دیا جائے گا اور آپ نے فروری ۱۸۹۳ء کو یہ غیب پر مشتمل پیشگوئی شائع بھی فرمادی۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا مطالعہ کریں تو معلوم ہو گا کہ لیکھرام کی پیشگوئی اور اس کی ہلاکت کا ذکر پہلے بھی موجود تھا۔ گویا اللہ تعالیٰ نے الہاماً پہلے ہی حضور کو آگاہ فرمادیا تھا کہ اس طرح کا فتنہ ہو گا۔ جب ہم دیکھتے ہیں تو لیکھرام کا یہ نشان ہمارے ایمانوں کی اور بھی مضبوطی کا باعث بنتا ہے اور حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی صداقت کا کتنا روشن اور پختہ نشان بن جاتا ہے۔ چنانچہ اس امر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"یہ تینوں پیشگوئیاں تین فتنوں کے ساتھ ستر برس پہلے شائع ہو چکی ہیں۔ پس اب سوچنا چاہئے کہ کسی انسان کو یہ طاقت ہے کہ ان واقعات کی اس زمانہ میں خبر دے سکتا ہے جب کہ ان واقعات کا نام و نشان نہ تھا۔ مثلاً اسی قتل لیکھرام کی پیشگوئی کو غور سے دیکھنا چاہئے کیا بجز عالم غیب خدا کے کس کی قدرت میں ہے کہ ایسی پیشگوئی کرے جس کی معیاد چھ سال تک محدود کر دی گئی اور ساتھ اس کے حملہ کے دن کی بھی تعین کر دی گئی اور وہ تاریخ بھی بتلائی گئی۔ یعنی دوسری شوال"۔

(مجموعہ اشتہارات جلد ۲ صفحہ ۳۷۰-۳۷۱)

پھر مزید فرمایا:۔

"اور براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۵۷ میں اس فتنہ اور اس کے ساتھ کے نشان کی نسبت یہ الہام ہے۔ میں اپنی چمکار دکھلاؤں گا۔ اپنی قدرت نمائی سے تجھ کو اٹھاؤں گا۔ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔ اَلْفِتْنَةُ هٰهُنَا فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا یعنی اس جگہ ایک فتنہ ہو گا۔ پس صبر کر اور جب خدا مشکلات کے پہاڑ پر تجلی کرے گا تو انہیں پاش پاش کر دے گا۔ یہ براہین احمدیہ کے الہام ہیں۔ مگر اس تحریر کے وقت ابھی ایک الہام اور ہوا اور وہ یہ ہے کہ "سلامت بر تو اے مرد سلامت"

(مجموعہ اشتہارات جلد ۲ صفحہ ۳۵۶)

بلکہ اس میں تو ایک اور نشان کی طرف اشارہ فرمادیا کہ لیکھرام کی موت پر آپ کے خلاف جو بھی یہ فتنے کھڑے کریں اور آپ کی تباہی کے منصوبے بنائیں آخر یہ ناکام و نامراد ہوں گے اور خدا نے پہلے سے ہی فرمادیا کہ "سلامت بر تو اے مرد سلامت"

کہ یہ جاں آگ میں پڑ کر سلامت آنے والی ہے۔

حدیث میں ذکر

اور اس پیشگوئی کی عظمت اس حوالے سے بھی دو چند ہو جاتی ہے کہ جب یہ پتہ چلے کہ نبی کریم ﷺ نے اس واقعہ کی خبر دی تھی چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"اس پیشگوئی کی عظمت حدیث نبوی کی رو سے بھی ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ ایک حدیث نبوی کی یہ منشاء ہے کہ مسیح موعود کے زمانہ میں ایک شخص قتل کیا جائے گا اور آسمانی آواز جو رمضان میں آئے گی گواہی دے گی کہ وہ شخص غضب الٰہی سے مارا گیا اور شیطان آواز دے گا کہ وہ مظلوم مارا گیا۔ حالانکہ اس کا مارا جانا مسیح کیلئے بطور نشان کے ہو گا۔ سو ایسا ہی ظہور میں آیا کیونکہ

جیسا کہ برکات الدعاء کے آخری صفحہ ٹائیٹل پیج سے ظاہر ہے آسمانی آواز نے ۱۴ ماہ رمضان ۱۳۱۰ھ کو لوگوں کو مطلع کیا کہ ایک فرشتہ لیکھرام کے قتل کے لئے مامور کیا گیا ہے اور شیطان نے سچائی کے دشمنوں کے دلوں میں ہو کر یہ آواز دی کہ لیکھرام مظلوم مارا گیا۔ سو یہ پیش گوئی مجھ میں اور رسول اللہ ﷺ میں مشترک ہے اس لئے عظیم الشان ہے"۔

(تریاق القلوب حاشیہ صفحہ ۱۱۵)

آنحضرت ﷺ کی اس حدیث کا حوالہ درج ذیل ہے۔

"محمد بن علی گفتہ چوں پیدا شود آواز در ماہ رمضان شب جمعہ بشنوید آں لاو اطاعت کنید کہ آواز جبرئیل است ندا میکند بنام مہدی و نام پدرے و در آخر روز آواز کند ابلیس کہ فلانے مظلوم کشتہ شد وایں ندا برائے ایقاع مردم در شک باشد پس بسیار کس دراں روز بحیرت و شک افتند لیکن شما شک نہ کنید کہ صوت اول صوت جبرئیل است و صوت ثانی صوت ابلیس"۔

(حج الکرامہ صفحہ 346-345۔ از نواب صدیق حسن خان۔ مطبع بھوپال)

پیشگوئی کے دو دلچسپ پہلو

یہ پیشگوئی روز روشن کی طرح پوری ہو کر آریہ سماج اور دوسرے ہندوؤں کو یہ بتا گئی کہ خدا ہے' جو نیست سے ہست کر سکتا ہے' مسلمانوں کے ایک گروہ جو سرسید احمد خان کے خیالات کا حامی تھا ان کو یہ بتایا گیا کہ خدا دعائیں سنتا ہے۔ وہ ان کو قبول کرتا ہے اور قبولیت کا شرف پانے والی دعاؤں کا وہ جواب بھی دیتا ہے۔ اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے "برکات الدعا" میں جو خاص سرسید احمد خان کے خیالات کے رد کے لئے لکھی گئی (یاد رہے کہ سرسید احمد خان علاوہ بعض دوسرے عقائد کے دعاؤں کی قبولیت کا منکر تھے) اس کتاب میں بانی سلسلہ احمدیہ نے سرسید احمد خان کو بتایا کہ آپ کا عقیدہ درست نہیں اور خدا دعائیں سنتا ہے اور آپ نے اس دعویٰ کی سچائی کے طور پر اسی لیکھرام کی پیشگوئی کو پیش فرمایا۔ چنانچہ برکات الدعا صفحہ ۳۳ پر ایک فارسی نظم کے آخری دو شعروں میں فرمایا:۔

ایکہ گوئی گر دعا ھا را اثر بودے کجاست
سوئی من بشتاب بنمائیم ترا چوں آفتاب
ہاں مکن انکار زیں اسرار قدرت ھائی حق
قصہ کوتہ کن بہ بیں از ما دعائے مستجاب

آپ نے "دعائے مستجاب" سے لیکھرام کی موت کی طرف اشارہ کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس پیشگوئی کو مسلمانوں کے لئے بھی ایک نشان قرار دیا۔

(آئینہ کمالات اسلام۔ صفحہ 651)

بہرحال یہ پیشگوئی جس کا حرف حرف علم غیب پر مشتمل تھا حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی صداقت کا ایک نشان بن گئی۔ جو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی حضرت محمد ﷺ کی خاطر دنیا کو دکھایا۔ اس پیشگوئی کے متعلق دو دلچسپ امور کا ذکر بھی مناسب معلوم ہوتا ہے۔ ایک تو الہام کا یہ فقرہ "عجل جسد لہ خوار لہ نصب و عذاب" اور دوسرا یہ الہام "یقضی امرہ فی ست"۔

عجل جسد خوار

گئو سالہ سامری

آئینہ کمالات اسلام کے صفحہ ۶۵۰ پر حضرت بانی سلسلہ احمدیہ تحریر فرماتے ہیں:۔

"سو اس (لیکھرام۔ ناقل) کی نسبت جب توجہ کی گئی تو اللہ جل شانہ کی طرف سے یہ الہام ہوا عجل جسد لہ خوار لہ نصب و عذاب یعنی یہ صرف ایک بے جان گئو

سالہ ہے جس کے اندر سے ایک مکروہ آواز نکل رہی ہے اور اس کے لئے ان گستاخیوں اور بدزبانیوں کے عوض میں سزا اور رنج اور عذاب مقدر ہے جو ضرور اس کو مل کر رہے گا"۔

گویا اس الہام میں لیکھرام کو سامری کے گئو سالہ (بچھڑے) کے ساتھ تشبیہ دی گئی اب آیئے دیکھیں کہ پیشگوئی کے یہ الفاظ حرف بحرف اس ظالم پر پورے ہوئے اور خدا کی قدرت کہ جس طرح بنی اسرائیل کے سامری کے بنائے ہوئے (بچھڑے) کے ساتھ ہوا اسی طرح اس کے ساتھ ہوا۔ مثلاً:۔

1۔ وہ گئو سالہ (عجل) محض بے جان تھا۔ ایسے ہی لیکھرام بے جان تھا اور اس کو روحانی زندگی نصیب نہ ہوئی۔

2۔ جس طرح وہ گئو سالہ (عجل) ایک کھلونے کی طرح تھا اور اس کی کل دبانے سے آواز نکلتی تھی اسی طرح یہ لیکھرام آریہ سماج کے ہاتھوں ایک کھلونا بنا ہوا تھا اور ان کے جوش دلانے سے بولتا تھا۔

3۔ جس طرح وہ گئو سالہ ٹکڑے ٹکڑے کیا گیا اسی طرح اس کے ساتھ بھی ہوا۔

4۔ اس گئو سالہ کو بھی جلایا گیا اور اسے بھی جلایا گیا۔

5۔ اس گئو سالہ کو بھی جلانے کے بعد اس کی راکھ کو دریا میں بہادیا گیا۔ اسی طرح اس کو بھی جلانے کے بعد اس کی راکھ کو دریائے راوی میں بہادیا گیا۔ (ان امور کا ذکر آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۹۶ اور صفحہ ۲۹۷ پر ہے)۔

6۔ ایک اور مشابہت کا ذکر حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے اس طرح فرمایا:۔

"خدا نے اپنے الہام میں لیکھرام کا نام گئو سالہ سامری رکھا ہے اور اب میں دیکھتا ہوں کہ اس کی حمایت میں اس قدر غلو کیا گیا ہے کہ گویا سامری کے گئو سالہ کی طرح اس کی پرستش شروع ہوگئی ہے"۔

(اشتہارات جلد دوم صفحہ ۳۷۴)

یقضی امرہ فی ست

چھ کا ہندسہ اور لیکھرام

حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

"اور عربی الہام میں بعض جگہ صرف چھ کا لفظ بھی ہے۔ وہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس کی موت سے چھ کے عدد کو خاص تعلق ہے یعنی یہ کہ وہ چھ برس کے اندر فوت ہوگا اور ۶ مارچ ۱۸۹۷ء کے دن میں اور ۶ بجے بعد دوپہر کے حملہ ہوگا"۔

(مجموعہ اشتہارات جلد دوم۔ صفحہ ۳۷۱)

اور ایسا ہی ہوا۔ لیکھرام چھ برس کے اندر اندر ہلاک ہوا' پیشگوئی کے چھٹے برس میں ہلاک ہوا' ۶ مارچ کو ہلاک ہوا اور ۶ بجے کے بعد اس پر حملہ ہوا اور حملے کے بعد ۶ گھنٹے کے عذاب شدید میں مبتلا رہ کر واصل جہنم ہوا۔

پیشگوئی پر حضور کا ردعمل

خدا تعالیٰ کے مامور اور مرسل مادر مہربان کی طرح ہوتے ہیں۔ قوم کے غم میں وہ ہلکان ہو رہے ہوتے ہیں۔ قرآن کریم نے تمام نبیوں کے سرتاج اور رسولوں کے فخر کا نقشہ یوں کھینچا ہے کہ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَنْ لَا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ (الشعراء:4) کہ اے محمد (ﷺ) ان کے ایمان نہ لانے پر تو اپنی جان کو ہلاکت میں ڈال دے گا؟

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ تو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے کامل تبع تھے۔ آپ کے دل میں بھی قوم کی حالت کا غم کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ آپ کی نثر ہو یا نظم' عربی' اردو' فارسی' ہر آن ان بھولے

بھٹکے لوگوں کے لئے دل میں ایسا غم چھلکتا ہوا نظر آتا ہے کہ بیان سے باہر ہے۔ بطور مثال یہی لیکھرام کا قتل پیش کیا جاتا ہے۔ بڑا بدبخت اور بدباطن تھا یہ شخص، نبی کریم ﷺ کو گالیاں دینا تو اس کی عادت ثانیہ بن چکا تھا۔ گویا اس کی بیمار روح کی یہ غذا تھی اور آخرکار حضرت بانی سلسلہ احمدیہ اپنے محبوب کے خلاف یہ بدزبانی نہ برداشت کرسکے اور آنحضرت ﷺ کے ساتھ جو حقیقی عشق تھا اس کی غیرت کا تقاضا تھا کہ خدا کے سپرد اس کا معاملہ کیا جائے۔

لیکن جب یہ خدا کے قہری عذاب کا شکار ہوا اور ہدایت سے محروم اس دنیا سے چلا گیا تو خدا کا فرستادہ مادر مہربان کی طرح عجیب طرح کی کیفیت کا اظہار کرتا ہے۔ خوشی بھی ہے اور غم بھی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسی کیفیت کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"ہمارے دل کی اس وقت عجیب حالت ہے۔ درد بھی ہے اور خوشی بھی۔ درد اس لئے کہ اگر لیکھرام رجوع کرتا۔ زیادہ نہیں تو اتنا ہی کرتا کہ وہ بدزبانیوں سے باز آجاتا تو مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم ہے کہ میں اس کے لئے دعا کرتا اور میں امید رکھتا تھا کہ اگر وہ ٹکڑے ٹکڑے بھی کیا جاتا تب بھی وہ زندہ ہو جاتا۔ وہ خدا جس کو میں جانتا ہوں اس سے کوئی بات انہونی نہیں اور خوشی اس بات کی ہے کہ پیشگوئی نہایت صفائی سے پوری ہوئی"۔

(سراج منیر۔ صفحہ ۲۶۔ مجموعہ اشتہارات جلد ۲۔ صفحہ ۳۵۲)

پھر ایک جگہ فرمایا:۔

"اگرچہ انسانی ہمدردی کی رو سے ہمیں افسوس ہے کہ اس کی موت ایک سخت مصیبت اور آفت اور ناگہانی حادثہ کے طور پر عین جوانی کے عالم میں ہوئی لیکن دوسرے پہلو کی رو سے ہم خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں جو اس کے منہ کی باتیں آج پوری ہوگئیں۔ ہمیں قسم ہے اس خدا کی جو ہمارے دل کو جانتا ہے کہ اگر وہ یا کوئی اور کسی خطرہ موت میں مبتلاء ہوتا اور ہماری ہمدردی سے بچ سکتا تو ہم کبھی فرق نہ کرتے کیونکہ خدا کی باتیں بجائے خود اپنے لئے ایک وقت رکھتی ہیں مگر انسان کو چاہئے کہ انسانی اخلاق اور انسانی ہمدردی سے کسی حالت میں درگذر نہ کرے کہ یہی اعلیٰ درجہ کا خلق ہے مگر نہ ہم اور نہ کوئی اور خدا کی قرارداده باتوں کو روک سکتا ہے...... یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک عظیم الشان نشان ہے کیونکہ اس نے چاہا کہ اس کے بندہ کی تحقیر کرنے والے متنبہ ہو جائیں اور اپنی جانوں پر رحم کریں۔ ایسا نہ ہو اسی حجاب میں گزر جائیں۔ اگر یہ کاروبار انسان کا ہوتا تو کب کا نابود کیا جاتا"۔

(مجموعہ اشتہارات جلد دوم۔ صفحہ ۳۳۶۔۳۳۸)

پیشگوئی تیس روشن نشانات کا مجموعہ

یہ پیشگوئی بظاہر ایک فرد واحد کے ساتھ تعلق رکھنے والی ہے لیکن درحقیقت یہ صرف ایک پیشگوئی نہیں تھی بلکہ بے شمار روشن نشانات کا مجموعہ تھی اور ایک دفعہ بنظر غور اس پیشگوئی کو یکجائی نظر سے دیکھا جائے تو لاتعداد الٰہی اشارے اس میں نظر آئیں گے۔ مثلاً:۔

1۔ پنڈت لیکھرام کی موت (2) ۲۰ فروری ۱۸۸۳ء سے چھ سال کے اندر ہوگی (3) جو نہ پانی میں غرق ہونے سے 'نہ زہر خورانی سے' نہ آگ میں جلنے سے' نہ درندہ کے کھانے سے' نہ چھت وغیرہ کے نیچے آنے' نہ اونچائی سے گرنے سے' نہ گلا گھونٹنے سے' نہ کسی بیماری سے بلکہ "تیغ بران محمدیؐ" یعنی محمدی تلوار سے وہ موت خون کا نشان بنے گی۔ (4) اور تلوار سے بھی یکدم موت واقع نہ ہوگی تاکہ "عذاب شدید" کا مزہ چکھ سکے۔ (5) اور یہ واقعہ گئو سالہ سامری کی مانند یہود کی عید کے روز (احبار ۲۳) یعنی بروز ہفتہ۔ (6) اور اسلامی عید (عیدالفطر) کے دن سے۔ (7) بالکل ملحق دن کو۔ (8) بتاریخ چھ کو ہوگا۔ (9) یہ موت ہفتہ اور اتوار کی درمیانی شب کو۔ (10) صبح کے چار بجے سے پہلے پہلے ہوگی۔ (11) قاتل کا

حلیہ یہ ہے۔ قوی ہیکل، مہیب شکل، خونی چہرہ والا گویا انسان نہیں ملائک میں سے ہوگا۔ (12) قاتل گرفتار نہ ہوسکے گا۔ (13) لیکھرام کے بچاؤ کے لئے آریوں کی تمام دعائیں رد ہوں گی اور وہ نہ بچاسکیں گے۔ (14) بلکہ یہ حضرت اقدس کی قبولیت دعا کا نشان۔ (15) سرسید احمد خان صاحب۔ (16) مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور۔ (17) خود حضرت اقدس کی زندگی میں ظاہر ہوگا۔ (18) جو حضور کو ملہم اور مامور من اللہ ثابت کرے گا۔ (19) قرآنی ارشاد "ولو تقول" اور "انا لننصر رسلنا" کی حقانیت اور۔ (20) اسلام اور آنحضرت ﷺ کے زندگی بخش ہونے کا ثبوت اور۔ (21) شیعہ احباب کے لئے بھی نشان عظیم ہوگا۔ (22) لیکھرام بوجہ موت پھر قادیان میں نہ جانے پائے گا۔ (23) اس کی موت کے بعد ایک اور نشان طاعون کا ظاہر ہوگا۔ (24) سرخی کے چھینٹے یعنی خون لیکھرام سے آریوں کو "نیست سے ہست" کرنے والے خدائے قادر کا پتہ چلے گا۔ (25) یہود کے گئو سالہ سامری کی طرح (خروج ۳۲-۲۰) ہنود کا گئو سالہ لیکھرام بھی ٹکڑے ٹکڑے کیا اور جلایا جاکر راکھ اس کی دریا برد ہوگی۔ (26) جس طرح یہود کے گئو سالہ سامری کے مرنے پر طاعون پڑی تھی (خروج ۳۲-۳۵) اس کے مثیل کے مرنے کے بعد بھی طاعون پڑی۔ (27) قتل لیکھرام نے آنحضرت ﷺ کو پوتر و پاک مگر لیکھرام کو بدکار ثابت کردیا۔ (28) دعائے مباہلہ نے اسلام کی سچائی کا بذریعہ موت لیکھرام فیصلہ کردیا۔ (29) حضور کو سازش کا الزام دینے والا خواہ کوئی آریہ ہو۔ (30) یا اور جو بھی مولوی موکد بعذاب حلف اٹھائے گا وہ بھی لیکھرام کی مانند قہر و غضب الٰہی کا نشانہ بنے گا۔

سو سو نشان دکھا کر لاتا ہے وہ بلاکر
مجھ کو جو اس نے بھیجا بس مدعا یہی ہے

...... کی سچائی ثابت ہے جیسے سورج
پر دیکھتے نہیں ہیں دشمن بلا یہی ہے

یہ واقعہ دنیا کو کبھی نہیں بھولے گا

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اشتہار ۲۲ مارچ ۱۸۹۷ء میں نہایت پرشوکت الفاظ میں یہ اعلان بطور پیشگوئی فرمایا کہ:۔

"اسلام کے مذہب اور ہندوؤں کے مذہب کا خدا تعالیٰ کی درگاہ میں سترہ برس سے ایک مقدمہ دائر تھا سو آخر ۶ مارچ ۱۸۹۷ء کے اجلاس میں اس اعلیٰ عدالت نے مسلمانوں کے حق میں ایسی ڈگری دی جس کا نہ کوئی اپیل اور نہ مرافعہ۔ اب یہ واقعہ دنیا کو کبھی نہیں بھولے گا۔ آریہ صاحبوں کو چاہئے کہ اب گورنمنٹ کو ناحق تکلیف نہ دیں۔ مقدمہ صفائی سے فیصلہ پاچکا.... اگر چاہیں تو قبول کریں کہ شدھ ہونے کا طریق صرف اسلام ہے۔ جس میں داخل ہو کر انسان قادر خدا کے ساتھ باتیں کرنے لگتا ہے۔ زندہ خدا کا مزہ اسی دن آتا ہے اور اسی دن اس کا پتہ لگتا ہے جب انسان "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کا قائل ہوتا ہے۔ اس خدا کے سوا باقی سب بے ہودہ قصے ہیں کہ لوگوں کی غلطیوں سے قوموں میں رواج پاگئے ہیں..... اسلام کا سچا اور قادر خدا ہمیشہ اپنے زندہ نشان دکھاتا ہے۔ اس خدا کا تابع ہرگز یہ نہیں کہتا کہ میرے خدا کی قدرتیں آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گئی ہیں۔ سو زندہ خدا پر ایمان لاؤ۔ جس کی پر زور طاقتیں اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہو۔ اسی خدا کا دامن پکڑو کہ جو ایسے عجائبات تم میں ظاہر کررہا ہے"۔

(مجموعہ اشتہارات جلد ۲۔ صفحہ ۳۷۵-۳۷۶)

میں نے مضمون کے آخر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ پرشوکت اعلان منتخب کیا ہے جس میں حضور اقدس نے نہایت جلال سے یہ فرمایا ہے کہ اب یہ واقعہ دنیا کو کبھی نہیں بھولے گا اور بھولے گا

بھی کیسے! ہم تو دیکھتے ہیں کہ جب بھی خدا کے فرستادہ پر کسی نے زبان طعن دراز کی، جب بھی کسی نے اپنی زندگی کا نصب العین "دین حق" کو ختم کرنا قرار دیا، جب بھی کسی نے خدا کے پیاروں پر زبان طعن دراز کی تو خدا کی تلوار ہمیشہ بے نیام ہوتی رہی۔ پہلے بھی ایسا ہوتا رہا زیر نظر واقعات میں بھی ایسا ہوا کہ خدا کے ایک پیارے کو اس کے عشق محمدی کی وجہ سے بے وجہ ستایا گیا۔ اس کو دکھ دیا گیا اور آخر اس "آہ میرزا" نے ان دکھ دینے والوں کے گھروں میں ماتم بپا کر دیا:۔

جس کی دعا سے آخر لیکھو مرا تھا کٹ کر
ماتم پڑا تھا گھر گھر وہ میرزا یہی ہے

ہم نے نظارہ پہلے دل کی آنکھ سے دیکھا اور پھر جب خدا کے ایک اور پیارے کو ستایا گیا تو ہم نے "کل یوم ھو فی شان" خدا کی باتوں کو ایک بار پھر پورا ہوتے ہوئے دیکھا۔ ہم نے "دو گھڑی" صبر کرنے کا درس دینے والے پیارے کی درد بھری آہوں کو ایک دفعہ پھر "آہ میرزا" کے لبادے میں فریاد لے کر فلک پر جاتے ہوئے دیکھا اور اس آہ کو پھر "تیغ بران" بننے کا اذن دیا گیا اور وقت کے ظالم اور بدزبان اور بدباطن شخص کو وہ نظارہ دکھلائی کہ ۹۲ سال پہلے کا نظارہ ہماری آنکھوں کے سامنے آگیا اور اس تقدیر کو پورا ہوتے ہوئے ہم نے اپنی زندگی میں ہی دیکھ لیا کہ جس کو آگ نے فضاؤں میں ہی جلا کر راکھ کر دیا۔ لیکن اب بھی بے شمار ایسے......... موجود ہیں جن کی زبانیں لیکھرام کو بھی مات کر رہی ہیں۔ اے خدا تو پھر زمین پر آ اور پھر اس تیغ کو اذن دے کہ اب یہ حد سے گزر چکے ہیں۔ گالیاں دیتے ان کے منہ نہیں تھکتے لیکن اے خدا!!! ہمارے دل ان زخموں سے چھلنی ہو چکے ہیں۔ آ اور خود ان سے نپٹ۔ ہمارے زخموں کی تو خود مرہم بن جا اور ہمارے پیارے امام کی یہ آرزو اور خواہش ایک بار پھر تقدیر بنا دے کہ:۔

کل چلی تھی جو لیکھو پہ تیغ دعا
آج بھی اذن ہوگا تو چل جائے گی

کتب استفادہ

اس مضمون کی تیاری کے لئے مندرجہ ذیل کتب سے استفادہ کیا گیا۔

1۔ آئینہ کمالات اسلام (2) برکات الدعا (3) حقیقۃ الوحی (4) مجموعہ اشتہارات جلد دوم (5) مجموعہ اشتہارات جلد دوم (6) تاریخ احمدیت جلد اول (7) ملفوظات جلد اول (8) پنڈت لیکھرام پشاوری کی موت۔ تصنیف مولانا سید احمد علی شاہ صاحب (9) کلیات آریہ مسافر (10) درثمین اردو (11) پنڈت لیکھرام کا واقعہ قتل از غلام نبی صاحب ایڈیٹر الفضل قادیان

سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام

"تیری عاجزانہ راہیں اُس کو پسند آئیں"

(مکرم عطاء المجیب صاحب راشد۔ لندن)

جلسہ سالانہ برطانیہ ۱۹۹۶ء کے موقعہ پر مکرم عطاء المجیب صاحب راشد، (مربی انچارج برطانیہ) نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی سیرت کے موضوع پر جو تقریر فرمائی تھی اس کا متن الفضل انٹرنیشنل لندن کے شکریہ کے ساتھ ہدیہ قارئین ہے۔

" آفتاب ہدایت، سراج منیر، ہادی کامل، محمد عربی ﷺ کے فیض ہی کی برکت ہے کہ سیدنا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں مہدویت اور مسیحیت کا عظیم روحانی منصب عطا فرمایا۔ آفتاب ہدایت سے منور اور فیض یاب ہو کر ماہتاب محمد نے کچھ ایسا عاشقانہ رنگ اختیار کیا کہ اس میں اپنے آقا و مطاع کی سب خوبصورت صفات کا ایک حسین عکس دکھائی دینے لگا۔ یہ ایک وسیع مضمون ہے لیکن میں اپنی تقریر کے عنوان کی مناسبت سے یہ عرض کرتا ہوں کہ عاجزی اور انکساری کے باب میں بھی سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے رسول مقبول ﷺ کے اسوہ حسنہ کی پیروی کرنے اور آپ کے رنگ میں رنگین ہونے کا حق ادا کر دیا۔ اس میدان میں کامل فدائیت اور وفاداری کے ساتھ عجز و انکسار کی ہر راہ پر آپ نے کچھ اس شان سے قدم بڑھائے کہ علام الغیوب خدا نے جو ہر انسان کی ہر حرکت و سکون اور نہاں در نہاں ارادوں اور عزائم سے واقف ہے اس نے عرش سے اس بات کی گواہی دی کہ اللہ تعالیٰ کے اس پیارے بندے، حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عاجزی انکساری اور خاکساری میں وہ مقام حاصل کر لیا ہے کہ اس کی سب ادائیں خدا کی نظر میں محبوب اور پیاری ہو گئی ہیں۔ جب یہ مقام آیا تو خدا نے آپ کو بذریعہ الہام یہ نوید سنائی کہ:۔

"تیری عاجزانہ راہیں اس کو پسند آئیں"

کتنا عظیم مقام ہے جو آپ کو عطا ہوا۔ جب خدا کسی بندے کو پیار کرنے لگے اور اس بندہ کی ادائیں اس کو پسند آئیں اور وہ اپنی پسندیدگی کا اظہار بھی اس بندے پر کر دے تو اس سے زیادہ خوش قسمتی اور سعادت کسی انسان کی اور کیا ہو سکتی ہے۔ یہی بلند و بالا، مقام سعادت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حصہ میں آیا۔ آیئے ذرا دیکھیں کہ وہ کون سی راہیں تھیں جن پر آپ نے قدم رکھا اور کون سی راہیں اور کون سی ادائیں تھی جو خالق کائنات کی نظر میں محبوب اور پیاری ٹھہریں!

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اوصاف حمیدہ میں عجز و انکسار کا وصف بہت نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ آپ ایک معزز خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ چاہتے تو ساری زندگی بڑے ٹھاٹھ سے گزار سکتے تھے۔ والد صاحب کی خواہش بھی تھی کہ کسی اعلیٰ عہدے پر ملازم ہو جائیں۔ لیکن آپ نے اس موقعہ پر جو جواب دیا وہ آپ کی دلی کیفیات کا بہترین ترجمان تھا۔ آپ نے فرمایا:۔

"میں نے جہاں نوکر ہونا تھا ہو چکا ہوں"

دربار الٰہی کے اس خوش قسمت نوکر نے اپنی ساری زندگی انتہائی سادگی اور خاکساری میں گزاری۔ آپ کے سب سے بڑے بیٹے حضرت مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ:

"والد صاحب نے اپنی عمر ایک مغل کے طور پر نہیں گزاری بلکہ فقیر کے طور پر گزاری"۔

یہ فقیرانہ زندگی غربت یا کم مائیگی کی وجہ سے نہ تھی بلکہ ایک ایسا فقر تھا جس کا انداز آپ نے شاہ مکی و مدنی محمد مصطفیٰ ﷺ سے سیکھا۔ "الفقر فخری" کے اسوہ حسنہ کی پیروی میں حضرت مسیح پاک کی طرز زندگی نہایت سادہ اور تکلفات سے پاک تھی۔ فرمایا۔

مجھ کو کیا ملکوں سے میرا ملک ہے سب سے جدا
مجھ کو کیا تاجوں سے میرا تاج ہے رضوان یار

اس رضوان یار کی خاطر آپ نے زندگی کے سب تکلفات کو خیر آباد کہہ دیا اور عاجزی و انکساری کے انداز کو اس خوبصورتی سے اپنایا کہ سادگی اور انکسار میں بھی ایک رعب اور عظمت نظر آتی تھی۔ ایک موقع پر فرمایا:۔

"مجھے وہ لوگ جو دنیا میں سادگی سے زندگی بسر کرتے ہیں بہت ہی پیارے لگتے ہیں"۔

ایک دوسرے موقعہ پر فرمایا:۔

"اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ میں اپنے نفس کو دوسروں پر ذرا بھی ترجیح نہیں دیتا"۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کے انداز بیان پر غور کرنے سے پتہ لگتا ہے کہ عجز و انکساری کا ذکر کرتے ہوئے اس کی تان اللہ تعالیٰ کے بے پایاں فضلوں کے تذکرہ پر ٹوٹتی ہے اور جب شکر گزاری کے جذبات کا بیان ہوتا ہے تو اس کے ساتھ ہی اپنی خاکساری اور عاجزی کا تذکرہ ایک لازمی جزو کے طور پر چلا آتا ہے۔ گویا یہ دو دھارے ہیں جو ایک ساتھ بہتے دکھائی دیتے ہیں اور باہم کچھ اس طرح آپس میں ملے ہوئے ہیں کہ ان کو جدا نہیں کیا جا سکتا۔ دیکھئے یہ عارفانہ انداز شکر اور عجز و نیاز کس شان کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات میں نظر آتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

اے خدا اے کار ساز و عیب پوش و کرد گار
اے مرے پیارے مرے محسن مرے پروردگار
کس طرح تیرا کروں اے ذوالمنن شکر و سپاس
وہ زباں لاؤں کہاں سے جس سے ہو یہ کاروبار
کام جو کرتے ہیں تیری راہ میں پاتے ہیں جزاء
مجھ سے کیا دیکھا کہ یہ لطف و کرم ہے بار بار
تیرے کاموں سے مجھے حیرت ہے اے مولیٰ کریم
کس عمل پر مجھ کو دی ہے خلعت قرب و جوار
کرم خاکی ہوں مرے پیارے نہ آدم زاد ہوں
ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار
یہ سراسر فضل و احسان ہے کہ میں آیا پسند
ورنہ درگاہ میں تری کچھ کم نہ تھے خدمت گزار
میں تو مر کر خاک ہوتا گر نہ ہوتا تیرا لطف
پھر خدا جانے کہاں یہ پھینک دی جاتی غبار
لوگ کہتے ہیں کہ نالائق نہیں ہوتا قبول
میں تو نالائق بھی ہو کر پا گیا درگاہ میں بار

غور کیجئے! اس پاکیزہ کلام میں عجز و انکساری اور شکر باری تعالیٰ کا کیسا حسین امتزاج نظر آتا ہے۔ یہ دلکش انداز بیان آپ کی تحریرات میں جا بجا نظر آتا ہے۔ کتاب اعجاز المسیح میں آپ فرماتے ہیں:۔

"خدا کی قسم! میں اپنے نفس کو کچھ نہیں سمجھتا مگر ایک مردہ جو خاک آلودہ ہو یا ایک ایسا گھر جو ویران شدہ ہو۔ لوگ مجھے کچھ چیز سمجھتے ہیں حالانکہ میں کچھ بھی نہیں ہوں...... یہ سب کچھ جو مجھے عطا ہوا ہے میرے رب کی طرف سے ہے ورنہ میرا ترکش تو بالکل خالی ہے"۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات میں عجز و انکسار کا مضمون اتنی کثرت سے ملتا ہے کہ حوالہ جات کا انتخاب سخت مشکل ہو جاتا ہے۔ ایک سے ایک بڑھ کر دلکش انداز بیان دلوں کو موم کرتا چلا جاتا ہے۔ بعض حوالے تو ایسے ہیں کہ ان کو پڑھتے اور بیان کرتے وقت، گناہ گار عاصی اپنی حالت پر نظر کر کے سخت شرمندہ اور نادم ہو جاتا ہے۔ ذرا یہ حوالہ سنئے اور خود جائزہ لیجئے کہ دل پر کیا گزرتی ہے۔ ہمارے پیارے آقا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"میں اپنے نفس میں کوئی نیکی نہیں دیکھتا اور میں نے وہ کام نہیں کیا جو مجھے کرنا چاہئے تھا۔ اور میں اپنے تئیں صرف ایک نالائق مزدور سمجھتا ہوں۔ یہ محض خدا کا فضل ہے جو میرے شامل حال ہوا۔ پس اس خدائے قادر اور کریم کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس مشت خاک کو اس نے باوجود ان تمام بے ہنریوں کے قبول کیا"۔ (تجلیات الہیہ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مقدس اور روح پرور تحریرات میں سے ایک اور نمونہ پیش کرتا ہوں۔ اس حوالہ میں عجز و انکسار کے پیکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا انداز بہت ہی دل گداز اور دلوں پر رقت طاری کرنے والا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"ہزار ہزار خدائے ذوالجلال کا شکر ہے کہ محض اس نے اپنے فضل و کرم سے میری تائید میں یہ نشان دکھائے اور مجھے یہ طاقت نہ تھی کہ ایک ذرہ بھی زمین سے یا آسمان سے اپنی شہادت میں کچھ پیش کر سکتا۔ مگر اس نے جو زمین و آسمان کا مالک ہے، جس کی اطاعت کا ذرہ ذرہ اس عالم کا جو آ اٹھا رہا ہے۔ میری تائید میں ایک دریا نشانوں کا بہا دیا اور وہ تائید دکھلائی جو میرے خیال اور گمان میں بھی نہیں تھی۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ میں اس لائق نہ تھا کہ میری یہ عزت کی جائے مگر خدائے عزوجل نے محض اپنی ناپید اکنار رحمت سے میرے لئے یہ معجزات ظاہر فرمائے۔ مجھے افسوس ہے کہ میں اس راہ میں وہ طاقت اور تقویٰ کا حق بجا نہیں لا سکا جو میری مراد تھی اور اس کے دین کی وہ خدمت نہیں کر سکا جو میری تمنا تھی۔ میں اس درد کو ساتھ لے جاؤں گا جو کچھ مجھے کرنا چاہئے تھا وہ کر نہیں سکا۔ لیکن اس خدائے کریم نے میرے لئے میری تصدیق کے لئے وہ عجائب کام اپنی قدرت کے دکھلائے جو اپنے خاص برگزیدوں کیلئے دکھلاتا ہے اور میں خوب جانتا ہوں کہ میں اس عزت اور اکرام کے لائق نہ تھا جو میرے خداوند نے میرے ساتھ معاملہ کیا۔ جب مجھے اپنے نقصان حالت کی طرف خیال آتا ہے تو مجھے اقرار کرنا پڑتا ہے کہ میں کیڑا ہوں نہ آدمی۔ اور مردہ ہوں نہ زندہ۔ مگر اس کی کیا عجیب قدرت ہے کہ میرے جیسا ہیچ اور ناچیز اس کو پسند آگیا۔ اور پسندیدہ لوگ تو اپنے اعمال سے کسی درجہ تک پہنچتے ہیں مگر میں تو کچھ بھی نہیں تھا۔ یہ کیا شان رحمت ہے کہ میرے جیسے کو اس نے قبول کیا۔ میں اس رحمت کا شکر ادا نہیں کر سکتا....."۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عجز و انکسار کا یہ پہلو بھی بہت ایمان افروز ہے کہ اس عجز میں ہر گز کوئی تکلف یا بناوٹ نہ تھی۔ خاکساری کا جذبہ آپ کی طبیعت میں ودیعت کیا گیا تھا اور ہر جگہ اور ہر موقع پر اس کا اظہار ایک طبعی جذبہ کے طور پر ہوتا چلا جاتا تھا۔ عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ انسان اپنے دوستوں، عزیزوں اور بڑوں کے ساتھ تکلف کے انداز میں انکساری کا سلوک کرتا ہے لیکن جب اس کا واسطہ اپنے ماتحتوں اور خدام کے ساتھ ہو تو انکساری کی ملمع کاری اتر جاتی ہے۔ یہی وہ موقع ہوتا ہے جب انسان کے حقیقی طور پر منکسر المزاج ہونے کا امتحان ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ایسے مواقع بار ہا آئے لیکن جب بھی آئے حضور کا عجز و انکسار ہمیشہ بازی لے گیا اور کبھی ایک بار بھی تو ایسا نہیں ہوا کہ آپ کا یہ حسین وصف ایک لمحہ کیلئے بھی آپ سے جدا ہوا ہو۔ بلکہ یہ کہنا درست ہو گا کہ ہر امتحان کے وقت آپ نے عجز و انکسار کی ایک اور بلند چوٹی سر کی اور ہر موقع پر آپ کا قدم بلندیوں کی طرف اٹھتا رہا۔

ماتحتوں اور ساتھیوں کے ساتھ روزانہ کی زندگی میں آپ کا عجز و انکسار واقعات کے آئینہ میں بہت صاف اور روشن دکھائی دیتا ہے۔ دو مثالوں پر اکتفا کرتا ہوں۔

آپ کے ایک خادم مرزا دین محمد صاحب بیان کرتے ہیں:۔

"جب مقدمات کی پیروی کیلئے جاتے تو مجھے گھوڑے پر اپنے ساتھ اپنے پیچھے سوار کر لیتے تھے اور بٹالہ جا کر اپنی حویلی میں (گھوڑے کو) باندھ دیتے۔ اس حویلی میں ایک بالا خانہ تھا۔ آپ اس میں قیام فرماتے۔ اس مکان کی دیکھ بھال کا کام ایک جولاہے کے سپرد تھا جو ایک غریب آدمی تھی۔ آپ وہاں پہنچ کر دو پیسے کی روٹی منگواتے۔ یہ اپنے لئے ہوتی تھی۔ اس میں سے ایک روٹی کی چوتھائی کے ریزے پانی کے ساتھ کھالیتے۔ باقی روٹی اور دال وغیرہ جو ساتھ ہوتی وہ اس جولاہے کو دے دیتے اور مجھے کھانا کھانے کے لئے چار آنے دیتے تھے"۔

(حیات احمد از حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی جلد دوم)

عجز و انکسار کی کتنی ہی حسین ادائیں ہیں جو اس ایک روایت میں سمو دی گئی ہیں۔ آقا سارے سفر میں گھوڑے کو خود چلاتا ہے اور خادم کس شان سے بے فکر گھوڑے پر سواری کرتا ہے۔ آقا ایک چوتھائی روٹی پانی سے کھاتا ہے اور خادم تین چوتھائی روٹی دال کے ساتھ۔ آقا کے کھانے پر جو خرچ آتا ہے خادم کے کھانے پر اس سے آٹھ گنا زیادہ صرف ہوتا ہے۔

حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے ایک اور خادم مرزا محمد اسماعیل بیگ صاحب بیان کرتے ہیں کہ:۔

"جب حضرت اقدس اپنے والد بزرگوار کے ارشاد کی تعمیل میں بعثت سے قبل مقدمات کی پیروی کیلئے جایا کرتے تھے تو سواری کیلئے گھوڑا بھی ساتھ ہوتا تھا اور میں بھی عموماً ہمرکاب ہوتا تھا۔ لیکن جب آپ چلنے لگتے تو آپ پیدل ہی چلتے اور مجھے گھوڑے پر سوار کر دیتے۔ میں بار بار انکار کرتا اور عرض کرتا "حضور مجھے شرم آتی ہے"۔ اس پر آپ فرماتے "ہم کو پیدل چلتے شرم نہیں آتی تم کو سوار ہوتے کیوں شرم آتی ہے؟"۔

اپنی روایت کے تسلسل میں وہ مزید بیان کرتے ہیں کہ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ حضرت جب قادیان سے چلتے تو پہلے مجھے سوار کراتے۔ جب نصف سے کم یا زیادہ راستہ طے ہو جاتا تو میں اتر پڑتا اور آپ سوار ہو جاتے اور اسی طرح جب عدالت سے واپس ہونے لگتے تو پہلے مجھے سوار کراتے اور بعد میں آپ سوار ہوتے۔ جب آپ سوار ہوتے تو گھوڑا جس چال سے چلتا اسی چال سے چلنے دیتے!

اس روایت میں بھی آپ کی سیرت اور عجز و انکسار کے کئی دلکش گوشے پنہاں ہیں۔ آقا پیدا چلتا ہے اور خادم سوار ہے۔ اگر باری باری بھی سواری کرنی ہے تو پہلے خادم کی باری آتی ہے اور بعد میں آقا کی۔ عجز و انکسار کا حسین عکس کس خوبصورتی سے شفقت و رحم میں ڈھل جاتا ہے اور انسان تو انسان، بے زبان جانور بھی اس کے فیض سے محروم نہیں رہتے۔ گھوڑا جس چال سے چلتا اسی چال سے چلنے دیتے اسے ہرگز تیز چلنے پر مجبور نہ کرتے۔ لاریب جانوروں سے نرمی کا یہ سلوک حضرت مسیح پاک کے عجز کا ایک عظیم شاہکار ہے۔ چند اور واقعات سنئے کہ حضور کس طرح عجز و انکسار، دوسروں کے اکرام اور دلداری کی راہیں ڈھونڈتے اور کس عاجزی سے ان کی پیروی فرماتے تھے!

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی بیان کرتے ہیں کہ ایک بار حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے اہل (خانہ) لدھیانہ گئے ہوئے تھے جون کا مہینہ تھا۔ گھر کے اندر مکان نیا نیا بنا تھا۔ فرش خوب ٹھنڈا تھا۔ میں ایک چارپائی پر ذرا لیٹ گیا اور لیٹتے ہی گہری نیند آگئی۔ حضور اس وقت کچھ تصنیف فرماتے ہوئے پاس ہی ٹہل رہے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد میں چونک کر اٹھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود میری چارپائی کے پاس نیچے فرش پر لیٹے ہوئے ہیں میں گھبرا کر ادب سے اٹھ بیٹھا۔ آپ نے بڑی محبت سے پوچھا۔

"مولوی صاحب! آپ کیوں اٹھ بیٹھے؟"

میں نے عرض کیا حضور نیچے لیٹے ہوئے ہیں میں اوپر کیسے سو سکتا ہوں؟ مسکرا کر فرمایا:۔

"آپ بے تکلفی سے لیٹے رہیں میں تو آپ کا پہرہ دے رہا تھا۔ بچے شور کرتے تھے تو میں انہیں روکتا تھا کہ تا کہ آپ کی نیند میں خلل نہ آئے"

یہ واقعہ سن کر آج بھی ہمارے جذبات میں ایک تلاطم برپا ہو جاتا ہے۔ نہ جانے حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کی اس وقت کیا حالت ہوگی؟

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب کی بیان کردہ ایک روایت سنئے جو حضرت مسیح موعود علیہ اسلام کے عجز و انکسار اور خاکسارانہ طبیعت کے بارہ میں ایک انمٹ نقش دلوں پر ثبت کرنے والی ہے۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد حضرت میر ناصر نواب صاحب نے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خسر تھے اپنا ایک بانات کا کوٹ جو مستعمل تھا ایک قریبی رشتہ دار کو ہدیہ کے طور پر بھیجا۔ یہ عزیز کچھ عرصہ سے قادیان میں مقیم تھا۔ حضرت میر صاحب نے یہ خیال کر کے کہ سردی کے موسم میں اسے کوٹ کی ضرورت ہوگی ایک خادمہ کے ہاتھ اپنا مستعمل کوٹ اسے تحفہ کے طور پر بھجوا دیا۔ میر صاحب کو خیال ہوگا بلکہ کامل یقین ہوگا کہ ضرورت کی یہ چیز اور پھر کسی بڑے کی طرف دئے جانے والا تحفہ خوشی سے قبول کیا جائے گا لیکن ہوا اس کے برعکس۔ انہوں نے نہایت حقارت کے ساتھ یہ کوٹ واپس کر دیا کہ میں کسی کا استعمال شدہ کپڑا نہیں پہنتا۔ اتفاق یہ ہوا کہ جب وہ خادمہ یہ کوٹ لے کر واپس میر صاحب کی طرف جا رہی تھی تو اچانک حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسے دیکھ لیا اور پوچھا کہ یہ کیسا کوٹ ہے اور کہاں لئے جاتی ہو؟ خادمہ نے ساری تفصیل آپ کو بتادی اور کہا کہ میر صاحب نے یہ کوٹ اپنے فلاں عزیز کو بطور تحفہ بھیجا تھا مگر اس نے مستعمل ہونے کی وجہ سے بہت برا مانا ہے اور لینے سے انکار کر دیا ہے۔ اب میں میر صاحب کو واپس کرنے جا رہی ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا "واپس نہ لے جاؤ۔ اس سے میر صاحب کی دلشکنی ہوگی۔ تم یہ کوٹ ہمیں دے جاؤ۔ ہم پہنیں گے اور میر صاحب سے یہ کہہ دینا کہ ہم نے رکھ لیا ہے"۔

یہ دلگداز واقعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قلب اطہر اور آپ کے اخلاق فاضلہ کی کیا خوبصورت عکاسی کرتا ہے۔ ایک طرف انتہائی شفقت اور دلداری کا مظاہرہ کہ حضور نے وہ مستعمل کوٹ خود اپنے لئے رکھ لیا کہ حضرت میر صاحب کی دلشکنی نہ ہو حالانکہ حضور کو کوٹوں کی کچھ کمی نہ تھی۔ آپ کے ایک ادنیٰ اشارہ پر اطلس و کمخواب کے کوٹوں کے انبار لگ سکتے تھے اور آپ کے خدام ہمیشہ بہتر سے بہتر کوٹ آپ کی خدمت میں پیش کرتے بھی رہتے تھے۔ پس کسی ضرورت کی وجہ سے نہیں محض دلداری کی خاطر اور میر صاحب کو دل شکنی سے بچانے کے لئے مستعمل کوٹ اپنے لئے رکھ لیا۔ دوسری طرف حضرت مسیح پاک علیہ السلام کی انتہائی سادگی' بے نفسی' خاکساری اور انکساری دیکھئے کہ دین کا بادشاہ ہو کر اترے ہوئے کوٹ کے استعمال میں ذرہ برابر بھی تامل نہیں فرمایا۔

میں اس واقعہ پر جس قدر غور کرتا ہوں ورطہ حیرت میں گم ہوتا چلا جاتا ہوں۔ چشم تصور سے دیکھتا ہوں کہ وہ مستعمل اور دنیا کی نظر میں بظاہر ردی اور بے قیمت کوٹ کیسا خوش نصیب لبادہ تھا کہ اسے سرور کائنات ﷺ کے عاشق صادق نے زیب تن فرما کر برکت عطا فرمائی اور جس کوٹ کو یہ کہہ کر حقارت سے رد کر دیا گیا کہ یہ پرانا اور مستعمل ہے' خدائے بزرگ و برتر کی تقدیر نے اسی کوٹ کو مسیح الزماں کے وجود کی برکت سے ان کپڑوں میں شامل کر دیا جن کے بارہ میں یہ الہام ہوا کہ:۔

بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے

☆ ایک بار حضور لاہور تشریف لائے تو چند (خدام) نے باہم مشورہ کیا کہ دوسری قوموں کے لیڈروں کی گاڑیاں گھوڑوں کی بجائے

قوم کے نوجوان کھینچتے ہیں۔ ہمیں اللہ تعالیٰ نے جو رہنما عطا فرمایا ہے وہ تو اتنا جلیل القدر ہے کہ بڑے بڑے بادشاہ بھی اس کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتے اس لئے آج حضور کی گاڑی ہم نوجوانوں کو کھینچنی چاہئے۔ یہ سوچ کر انہوں نے گاڑی والے کو کہہ دیا کہ اپنے گھوڑے الگ کرلو آج گاڑی ہم خود کھینچیں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام حسب معمول شام کی سیر کے لئے باہر تشریف لائے اور گاڑی میں سوار ہونے لگے تو فرمایا "گھوڑے کہاں ہیں؟" نوجوانوں نے ساری بات بیان کی اور بڑے ادب سے عرض کیا آج حضور کی گاڑی کھینچنے کی سعادت ہم حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ حضور نے اس تجویز کو ناپسندیدگی کے ساتھ رد فرمایا اور فرمایا:۔

"ہم انسانوں کو حیوان بنانے کے لئے دنیا میں نہیں آئے بلکہ حیوانوں کو انسان بنانے کے لئے آئے ہیں"۔

اللہ! اللہ کیسا پر حکمت کلام ہے جو آپ کی عظمت کردار کا ثبوت بھی ہے اور عجز و انکسار کا آئینہ دار بھی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مبارک زندگی عاجزی اور خاکساری کی مثالوں سے کچھ اس طرح بھری ہوئی ہے جس طرح آسمان ستاروں سے۔ زندگی کے ہر موڑ پر عجز و انکسار کا جلوہ نظر آتا ہے۔ مہمان نوازی اگرچہ میری تقریر کا موضوع نہیں لیکن اکرام ضیف کے واقعات میں آپ کے عجز و انکسار کے ایسے دلکش پہلو پائے جاتے ہیں کہ میرے لئے ان کا کچھ تذکرہ کئے بغیر آگے بڑھنا ممکن نہیں۔ حق یہ ہے کہ مہمان نوازی کے واقعات میں حضور کے عجز و انکسار کی ادائیں کچھ اس طرح رچ بس گئی ہیں کہ ان کو ایک دوسرے سے جدا کیا ہی نہیں جاسکتا۔

☆ حضرت مفتی محمد صادق صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دفعہ حضور کی زیارت کے لئے قادیان حاضر ہوا تو حضرت مسیح پاک علیہ السلام مجھے .... (بیت) مبارک میں لے گئے جو ان دنوں بہت چھوٹی ہوا کرتی تھی۔ مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور فرمایا "آپ یہاں بیٹھیں میں آپ کے لئے کھانا لاتا ہوں"۔ یہ فرما کر آپ اندر تشریف لے گئے۔ میرا خیال تھا کہ کسی خادم کے ہاتھ کھانا بھیج دیں گے مگر چند منٹ کے بعد کھڑکی کھلی تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضور خود اپنے ہاتھ میں سینی اٹھائے میرے لئے کھانا لا رہے ہیں۔ مجھے دیکھ کر فرمایا "آپ کھانا کھائیے میں آپ کے لئے پانی لے کر آتا ہوں"۔

مفتی صاحب بیان کرتے ہیں کہ بے اختیار رقت سے میرے آنسو نکل آئے کہ حضور ہمارے مقتداء اور پیشوا ہو کر ہماری اس قدر خدمت کرتے ہیں!

☆ ایک اور (رفیق) سیٹھی غلام نبی صاحب نے بیان کیا کہ ایک دفعہ میں حضرت مسیح موعود کی ملاقات کے لئے قادیان گیا۔ سردی کا موسم تھا اور بارش بھی ہو رہی تھی۔ میں رات کا کھانا کھا کر آرام کے لئے لیٹ گیا۔ کافی رات گزر گئی۔ قریباً بارہ بجے کا وقت ہوگا کہ دروازے پر کسی نے دستک دی۔ میں نے دروازہ کھولا تو کیا دیکھتا ہے کہ حضرت مسیح پاک کھڑے ہیں۔ ایک ہاتھ میں لالٹین ہے اور دوسرے ہاتھ میں گرم دودھ کا گلاس! میں حضور کو دیکھ کر شدت جذبات سے گھبرا گیا مگر حضور نے بڑی شفقت اور محبت سے فرمایا:۔

"کہیں سے دودھ آگیا تھا۔ میں نے کہا کہ بھائی صاحب کو دے آؤں۔ آپ یہ دودھ پی لیں آپ کو شاید دودھ کی عادت ہوگی۔ اس لئے یہ دودھ آپ کے لئے لے آیا ہوں"۔

سیٹھی صاحب کہا کرتے تھے کہ یہ نظارہ دیکھ کر اور یہ الفاظ سن کر میری آنکھوں میں آنسو امڈ آئے۔ آدھی رات کو' سخت سردی اور بارش میں' ایک خادم کی دلداری اور مہمانی کی خاطر' مسیح زماں کا خود لالٹین اٹھائے' دودھ کا تحفہ لانا' اس ایک واقعہ میں عجز و انکسار اور خاکساری کے جو دلکش پہلو پنہاں ہیں وہ کسی تشریح کے محتاج نہیں۔

☆ ایک جلسہ سالانہ کا موقع تھا اور سردی زوروں پر تھی۔ جلسہ کے بہت سے مہمان ایسے تھے جو اپنے ساتھ بستر نہ لائے تھے۔ مہمان خانہ میں موجود سب بستر استعمال ہوگئے اور ابھی مزید ضرورت باقی

تھی۔ کارکنان نے حضرت مسیح پاک کے گھر کے اندر سے بستر منگوانے شروع کئے۔ مہمانوں کی ضرورت تو پوری ہو گئی لیکن جب ایک کارکن عشاء کے بعد حضور کی خدمت میں حاضر ہوا تو کیا دیکھتا ہے کہ حضور بغیر لحاف کے بیٹھے ہیں اور ایک بیٹے پر جو پاس ہی لیٹا ہوا تھا حضور نے اپنا کوٹ اتار کر ڈالا ہوا ہے اور اپنی حالت یہ ہے کہ خود سردی کی وجہ سے دونوں ہاتھ بغلوں میں دئے ہوئے تھے۔ معلوم ہوا کہ حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے مہمانوں کے لئے اپنا اور اپنے بچوں تک کا لحاف بھی بھجوادیا ہے۔ کارکن نے عرض کیا کہ حضور کے پاس اوپر لینے کے لئے کوئی کپڑا نہیں رہا اور سردی بہت شدید ہے۔ آپ نے فرمایا:۔

"مہمانوں کو تکلیف نہیں ہونی چاہئے۔ ہمارا کیا ہے۔ رات کسی نہ کسی طرح گزر ہی جائے گی"۔

لنگر خانہ کے اس کارکن سے یہ صورت حال برداشت نہ ہو سکی۔ وہ کسی شخص سے ایک لحاف مانگ کر لے آیا اور بڑے اصرار سے حضور کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے فرمایا "یہ لحاف بھی کسی مہمان کو دے دو"۔ باوجود اصرار کے آپ نے وہ لحاف نہ لیا اور ساری رات اسی حال میں گزاردی۔ مسیح زماں کے پیارے مہمانوں نے تو رات گرم لحافوں میں گزاری اور ان کا آقا ساری رات لحاف کے بغیر سردی برداشت کرتا رہا۔ یہ ہے وہ ایثار اور عجز و انکسار جس کی مثال اس دور میں ڈھونڈے سے مل نہیں سکتی۔

☆ حضور کے ایک (رفیق) میاں نظام الدین صاحب لدھیانوی بہت غریب اور مسکین طبیعت انسان تھے۔ ایک روز جب مسیح پاک علیہ السلام اپنے احباب کے ساتھ (بیت) مبارک قادیان کی چھت پر تشریف فرما تھے۔ میاں نظام الدین صاحب بھی ان میں شامل تھے اور حضور کے قرب میں بیٹھے ہوئے تھے۔۔ اتنے میں چند لوگ جو اپنے آپ کو زیادہ معتبر اور بڑا سمجھتے تھے مجلس میں آئے اور حضور کے قرب میں آگے سے آگے ہو کر بیٹھنے لگے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بے چارے نظام الدین صاحب پیچھے ہٹتے چلے گئے حتی کہ وہ جوتیوں کی جگہ تک جا پہنچے۔ غرباء کے ساتھ ہر مجلس میں یہی سلوک ہوتا ہے۔ میاں نظام الدین صاحب نے اپنی غربت اور مسکینی کی وجہ سے شاید اس بات کو محسوس بھی نہ کیا ہو لیکن ایک دردمند دل تھا جو اس نظارہ کو دیکھ کر محبت و شفقت سے گداز ہو گیا۔

کھانا آیا اور سب کے سامنے رکھ دیا گیا۔ اس موقع پر مسیح پاک علیہ السلام کا دلربانہ انداز ملاحظہ فرمائیے۔ آپ نے ایک پیالہ شوربے کا ہاتھ میں میں لیا اور اس پر دو روٹیاں رکھیں اور میاں نظام الدین صاحب کو جو دور جوتیوں میں بیٹھے تھے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا "آؤ میاں نظام الدین! ہم اور آپ اندر بیٹھ کر کھانا کھائیں"۔ یہ فرما کر حضور (بیت) کے ساتھ والی کوٹھری میں تشریف لے گئے جہاں حضور نے اور خوش قسمت میاں نظام الدین نے اکٹھے بیٹھ کر ایک ہی پیالہ میں کھانا کھایا۔ مسیح موعود کے ہم پیالہ اور ہم نوالہ ہونے کا شرف ایک ایسا اعزاز ہے کہ تا قیامت یاد رکھا جائے گا۔ یہ واقعہ جہاں ایک طرف مسیح پاک علیہ السلام کی دلداری اور غریب نوازی کا شاہکار ہے۔ وہاں آپ کی انتہائی عاجزی اور خاکساری کا بھی شاندار نمونہ ہے۔

☆ اور اب ایک اور واقعہ پیش کرتا ہوں جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عجز و انکسار کے پے در پے نمونے کوٹ کوٹ کر بھرے دکھائی دیتے ہیں۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آسام کے دور دراز علاقہ سے دو غیر از جماعت مہمان حضور سے ملنے کے لئے قادیان آئے اور مہمان خانہ کے سامنے پہنچ کر خادموں کو سامان یکہ سے اتارنے اور چارپائیاں بچھانے کو کہا۔ خدام نے خاص توجہ نہ کی اور یہ کہہ کر دوسری طرف چلے گئے کہ آپ یکے سے سامان اتاریں چارپائیوں کا انتظام بھی ہو جائے گا۔ ان تھکے ہارے مہمانوں کو یہ جواب ناگوار گزرا اور وہ رنجیدہ ہو کر اسی وقت واپس بٹالہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

جب حضور کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو راوی کا بیان ہے کہ حضور سخت بے قرار ہو گئے۔ اسی وقت اٹھ کھڑے ہوئے اور ایسی

جلدی میں روانہ ہوئے کہ جوتا پہننا بھی مشکل ہو گیا۔ تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے بٹالہ کے راستے پر چل پڑے۔ چند خدام بھی ساتھ ہو گئے۔ دو اڑھائی میل چلنے کے بعد بالآخر ان مہمانوں کو جالیا جو اس وقت نہر کے پل پر پہنچ چکے تھے۔ حضور کو دیکھ کر مہمان یکہ سے اتر آئے۔ حضور نے بڑی محبت اور معذرت کے ساتھ اصرار کیا کہ واپس چلیں اور فرمایا کہ آپ کے اس طرح واپس چلے جانے سے مجھے بہت تکلیف ہوئی ہے۔ حضور نے مہمانوں سے فرمایا:۔

"آپ یکے پر سوار ہو جائیں میں آپ کے ساتھ پیدل چلوں گا"۔

مہمان حضور کے احترام کی وجہ سے یکہ میں سوار تو نہ ہوئے تاہم حضور انہیں اپنے ساتھ لے کر قادیان واپس آگئے۔ مہمان خانے پہنچ کر مہمانوں کا سامان اتارنے کیلئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود اپنا ہاتھ یکہ کی طرف بڑھایا مگر خدام نے آگے بڑھ کر سامان اتار لیا۔ اس کے بعد حضور ان کے پاس بیٹھ کر محبت اور دلداری کی گفتگو فرماتے رہے۔ حضور نے اپنے سامنے ان کے کھانے کا انتظام کروایا۔ نواڑی پلنگ ان کے لئے منگوائے بستر لگوائے اور جتنے دن وہ قادیان میں رہے حضور روزانہ ان کے پاس آکر بیٹھتے اور باتیں کرتے۔ جب واپس جانے لگے تو حضور نہر تک انہیں چھوڑنے کیلئے تشریف لے گئے۔ راستہ میں انہیں فرماتے جاتے کہ آپ تو مسافر ہیں آپ یکہ میں سوار ہو جائیں لیکن وہ بوجہ ادب حضور کے ساتھ پیدل چل کر نہر کے قریب پہنچ کر رخصت ہوئے۔ جب تک ان کا یکہ روانہ نہیں ہوا حضور وہیں کھڑے رہے اور ان کی روانگی کے بعد قادیان واپس تشریف لائے۔ اس ایک واقعہ میں حضرت مسیح پاک علیہ السلام کی عاجزی اور انکساری کی جو شان نظر آتی ہے وہ ہرگز کسی تبصرہ کی محتاج نہیں!

حضرات! عجز و انکسار کے بارہ میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مبارک ارشادات کے کچھ نمونے ہم نے سنے۔ جن عاجزانہ راہوں پر چل کر آپ نے قرب الٰہی کی منازل طے فرمائیں ان میں سے چند راہوں کی شناسائی ہم نے حاصل کی۔ اب ان ارشادات پر عمل کرنا ان سب راہوں کی پیروی کرنا اور اپنے پیارے آقا کے مبارک نقوش پا پر چلنا ہم خدام احمدیت کا فرض ہے۔ ان راہوں پر چلنے کی دعوت اور نصیحت بار بار ہمارے کانوں میں پڑتی ہے۔ مسیح پاک نے کیا خوب فرمایا:۔

تکبر سے نہیں ملتا وہ دلدار
ملے جو خاک سے اس کو ملے یار
پسند آتی ہے اس کو خاکساری
تذلل ہے رہ درگاہ باری

اس موضوع پر حضرت مسیح پاک علیہ السلام کا یہ شعر بھی ہمیشہ یاد رکھنے کے لائق ہے۔ فرمایا:۔

جو خاک میں ملے اسے ملتا ہے آشنا
اے آزمانے والے یہ نسخہ بھی آزما

پس اے فرزندان احمدیت! اٹھو اور اس زریں نصیحت پر عمل کرتے ہوئے عاجزی اور انکساری کے پیکر بن جاؤ۔ فروتنی اور خاکساری کا لباس پہن کر ان سب عاجزانہ راہوں پر قدم مارو جن کی نشاندہی حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے اپنے ارشادات اور نمونہ کے ذریعہ فرمائی ہے۔ عجز و انکسار کی یہ وسیع راہیں ہم سب کو دعوت عمل دے رہی ہیں کہ آؤ اور ان راہوں پر چل کر قرب الٰہی کی لازوال دولت سے اپنی جھولیاں بھر لو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(بشکریہ الفضل انٹرنیشنل ۲۹ نومبر تا ۵ دسمبر و ۶ دسمبر تا ۱۲ دسمبر ۱۹۹۶ء)

نتیجہ مقابلہ خلافت جوبلی عَلَمِ انعامی

۱۹۹۵ء — ۱۹۹۶ء

مقابلہ خلافت جوبلی عَلَمِ انعامی مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان سال ۱۹۹۵ء - ۱۹۹۶ء میں درج ذیل مجالس نے امتیاز حاصل کیا۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے یہ اعزاز ان کے لئے مبارک فرمائے :-

اوّل :- مجلس خدام الاحمدیہ کریم نگر ضلع فیصل آباد
خلافت جوبلی عَلَمِ انعامی کی مستحق قرار پائی۔

دوم :- مجلس خدام الاحمدیہ علامہ اقبال ٹاؤن ضلع لاہور
سندِ خوشنودی کی مستحق قرار پائی۔

سوم :- مجلس خدام الاحمدیہ فضلِ عمر ضلع فیصل آباد
سندِ خوشنودی کی مستحق قرار پائی۔

چہارم :- مجلس خدام الاحمدیہ وحدت کالونی ضلع لاہور
پنجم :- مجلس خدام الاحمدیہ اسٹیل ٹاؤن ضلع کراچی
ششم :- مجلس خدام الاحمدیہ محمود آباد ضلع کراچی
ہفتم :- مجلس خدام الاحمدیہ سادھوکی ضلع گوجرانوالہ
ہشتم :- مجلس خدام الاحمدیہ دارالفضل ضلع فیصل آباد
نہم :- مجلس خدام الاحمدیہ شاہدرہ فیکٹری ایریا ضلع لاہور
دہم :- مجلس خدام الاحمدیہ دارالذکر ضلع فیصل آباد

اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے یہ اعزاز ان کے لئے مبارک فرمائے۔ آمین

حافظ عبدالاعلیٰ طاہر
معتمد مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

مقابلہ بین العلاقہ
مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

حُسنِ کارکردگی کی بناء پر مقابلہ بین العلاقہ مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان ۱۹۹۵ء - ۱۹۹۶ء میں

اوّل :- قیادت خدام الاحمدیہ علاقہ سندھ
دوم :- قیادت خدام الاحمدیہ علاقہ راولپنڈی
سوم :- قیادت خدام الاحمدیہ علاقہ لاہور
چہارم :- قیادت خدام الاحمدیہ علاقہ گوجرانوالہ
پنجم :- قیادت خدام الاحمدیہ علاقہ حیدرآباد
ششم :- قیادت خدام الاحمدیہ علاقہ بہاولپور
ہفتم :- قیادت خدام الاحمدیہ علاقہ بلوچستان
ہشتم :- قیادت خدام الاحمدیہ علاقہ سرگودھا
نہم :- قیادت خدام الاحمدیہ علاقہ فیصل آباد
دہم :- قیادت خدام الاحمدیہ علاقہ ملتان۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے یہ اعزاز ان کے لئے مبارک فرمائے۔ آمین

حافظ عبدالاعلیٰ طاہر
معتمد مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

رپورٹ "مثالی وقار عمل" منعقدہ ۲۰ دسمبر ۱۹۹۶ء

(مرسلہ مکرم انتصار احمد صاحب نذر مہتمم وقار عمل)

مورخہ ۲۰ دسمبر ۱۹۹۶ء بروز جمعہ المبارک کو پاکستان بھر میں ایک معین پروگرام کے تحت "مثالی وقار عمل" منعقد کیا گیا۔ تا حال جن وقار ہائے عمل کی رپورٹ اضلاع کی طرف سے بھی اور مجالس کی طرف سے بھی موصول ہوئی ان میں سے اہم مساعی بغرض دعا و ریکارڈ شائع کی جا رہی ہیں۔

ضلع لاہور

۲۰ دسمبر ۹۶ء کو ضلع لاہور کا سالانہ جلسہ تھا اس لئے یہ وقار عمل ۱۳ دسمبر کو کروایا گیا اس روز ہانڈو گوجر میں 425 خدام نے سارا دن کام کر کے جلسہ گاہ کو وسیع اور ہموار کیا اور جلسہ گاہ تک آنے والے راستہ کو سفر کیلئے ہموار اور درست کیا۔

ضلع گوجرانوالہ

۴ مقامات پر ۱۱ مجالس کے ۱۹۲ خدام نے مجموعی طور پر ۱۶ گھنٹے صرف کر کے وقار عمل کئے انہوں نے سڑکوں اور نالیوں کی صفائی کی، راجباہ کے کنارے پر سڑک کی تیاری میں حصہ لیا راستوں کو کیری اور پتھر ڈال کر ہموار کیا۔ ترگڑی گاؤں میں ایک منظم پروگرام کے تحت گاؤں کو سات حصوں میں تقسیم کیا گیا اور خدام نے پانچ پانچ کے گروپوں میں اپنے اپنے حصے کے ماحول کی صفائی کی۔ اس طرح ۳۵ خدام نے سارے گاؤں کو صاف ستھرا کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔

ضلع سیالکوٹ

۶ مجالس کے ۱۳۲ خدام نے مسلسل کئی گھنٹے وقار عمل کئے۔ مجلس گھٹیالیاں کے ۱۵ خدام نے تقریباً چار ایکڑ لمبائی، بارہ فٹ چوڑائی اور چار فٹ اونچائی والا حفاظتی بند تعمیر کیا اور اس کام میں دو دن صرف ہوئے۔ مجلس رائے پور کے ۵ خدام نے معلم صاحب کے گھر کو از سر نو تعمیر کیا۔

ضلع بہاولنگر

اس ضلع میں چار حلقہ جات میں وقار عمل کئے گئے۔ مجموعی طور پر ۹ مجالس کے ۵۴ خدام اور ۳۱ اطفال نے شرکت کی۔ حلقہ چشتیاں کا وقار عمل چک نمبر ۱۶۶ مراد میں ہوا۔ اڑھائی گھنٹے تک خدام نے تقریباً دو کلو میٹر تک پختہ سڑک کے اطراف پر بارش کی وجہ سے بننے والے گڑھوں کو پر کیا وہاں سے گزرنے والے لوگوں نے اس خدمت کو خراج تحسین پیش کیا۔

ضلع عمر کوٹ

۶ مجالس کے ۷۰ خدام نے اور ۱۵ اطفال نے تین گھنٹے تک احمدیہ قبرستان کی صفائی کی اور اس کے گرد کانٹوں سے حفاظتی باڑ بنائی۔

ضلع حیدر آباد

اس ضلع میں دو حلقہ جات میں وقار عمل ہوا۔ حلقہ بشیر آباد کے وقار عمل میں ۶ مجالس کے ۱۰۵ خدام شامل ہوئے۔ حلقہ لطیف آباد میں ۸ مجالس کے ۹۹ خدام شامل ہوئے اور انہوں نے ایک گراسی پلاٹ کی صفائی کی اور گراؤنڈ کو گھاس اور پودے لگانے کیلئے تیار کیا اس طرح اس روز ضلع بھر کے ۲۰۴ خدام نے وقار عمل کرنے کی توفیق پائی۔

ضلع راجن پور

۲ مجالس کے ۲۰ خدام نے مجلس کوٹلہ جندہ میں نماز جمعہ سے پہلے ساڑھے چار گھنٹے اور بعد میں تین گھنٹے کام کر کے بیت الذکر کی چھت ڈالی۔

ضلع منڈی بہاؤالدین

ضلعی انتظام کے تحت کوٹلی افغاناں میں وقار عمل ہوا اور اس میں ۵ مجالس کے ۳۴ خدام اور ۱۹ اطفال شامل ہوئے اور پانچ گھنٹے تک خدام نے کام کر کے وہاں کی بیت الذکر کی ایک دیوار کی تعمیر کی۔ نیز چھت کی لپائی کی اور دیواروں پر سفیدی بھی کی گئی۔ شاہ تاج شوگر مل کے چار خدام ۱۵ کلومیٹر سائیکل سفر کرتے ہوئے اس وقار عمل میں شرکت کیلئے پہنچے۔

ضلع اسلام آباد

۵ مجالس کے ۱۲۵ خدام نے ساڑھے تین گھنٹے تک قبرستان کی صفائی کی اور بیٹھی ہوئی قبروں کو درست کیا۔

ضلع فیصل آباد

اس ضلع میں چار مقامات پر ۱۰ مجالس کے ۲۳۰ خدام نے مجموعی طور پر ۳۳ گھنٹے کام کیا۔

ضلع سرگودھا

چار مقامات پر وقار عمل کا پروگرام منعقد ہوا۔ مجموعی طور پر ۱۶ مجالس کے ۶۵ خدام اور ۳۰ اطفال نے شرکت کی۔ اکثر جگہوں پر کئے جانے والے کاموں کا تعلق رفاہ عامہ سے تھا۔ ٹھٹھہ جوئیہ میں خدام نے مربی ہاؤس کی وائرنگ کی اور صحن میں مٹی ڈال کر اسے ہموار کیا۔ اسی طرح ایک اور جگہ پر گندے پانی کے نالہ میں پائپ ڈال کر پلی بنائی۔

ضلع ملتان

دو مقامات پر ۵ مجالس کے ۴۸ خدام نے شرکت کی اور تقریباً ۶ گھنٹے کام کیا گیا۔

ضلع ساہیوال

۲ مجالس کے ۵۰ خدام دو جگہوں پر ہونے والے وقار عمل میں شامل ہوئے۔

ضلع لاہور

۲۷ دسمبر کو ۲ مجالس نے وقار عمل کیا اور اس میں تیرہ خدام شامل ہوئے۔

ضلع میرپور خاص

۶ مجالس کے ۵۲ خدام اور ۶ اطفال نے متبادل جلسہ کیلئے جلسہ گاہ کی تیاری کی اس کام میں ۵ نو مبائعین خدام بھی شامل ہوئے۔

ضلع نواب شاہ

۳ مجالس کے ۴۲ خدام نے ۱۰ گھنٹے تک وقار عمل کر کے متبادل جلسہ کیلئے گراؤنڈ تیار کیا۔

ضلع شیخوپورہ

صرف ایک مجلس میں کام ہوا اور ۳۵ خدام نے احمدیہ قبرستان میں قبروں کی درستگی اور قبرستان کے ماحول کی صفائی کے کام میں حصہ لیا۔

ربوہ

۲۰ دسمبر ۹۶ء کو ربوہ میں بھی مثالی وقار عمل منعقد کیا گیا۔ اس روز نماز فجر کے بعد محلہ جات میں خدام نے سڑکوں کی تعمیر و مرمت، خود رو جھاڑیوں کی تلفی اور شکستہ نالیوں کی درستگی جیسے کام شوق و لجمعی اور محنت سے کئے۔ خاکسار مہتمم وقار عمل اور مہتمم صاحب مقامی ربوہ نے ربوہ بھر کے محلہ جات میں از خود پہنچ کر جائزہ لیا۔ طاہر بلاک، یمن بلاک کے کام کو بطور خاص قابل تعریف قرار دیا گیا۔ اس روز اطفال نے بیوت الذکر کی صفائی کی نیز خدام بھائیوں کی بھی ہر طرح سے معاونت کی۔

اس کے علاوہ درج ذیل مجالس نے بھی وقار عمل منایا اور مرکز رپورٹ ارسال کی۔

رحیم یار خان شہر، ننکانہ صاحب ضلع شیخوپورہ، سمبڑیال، بشیر آباد، مبارک آباد، لطیف آباد ضلع حیدر آباد، راجن پور شہر، بدو ملہی ضلع سیالکوٹ، نبی سر روڈ ضلع عمر کوٹ، منڈی بہاؤالدین شہر، کھاد فیکٹری ضلع ملتان، کنری ضلع عمر کوٹ، ناصر آباد فارم ضلع عمر کوٹ، طارق کالونی گوجرانوالہ میں بھی وقار عمل کیا گیا۔

اعلانِ ولادت

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مکرم طارق محمود صاحب معاون مہتمم مقامی (جو دفتر خدام الاحمدیہ پاکستان میں شعبہ سمعی بصری میں بھی خدمت بجا لا رہے ہیں) کو مورخہ ۱۱ فروری ۱۹۹۷ء کو دوسری بیٹی سے نوازا ہے۔ عزیزہ کا نام فضیلہ سنبل رکھا گیا ہے۔

عزیزہ مکرم چوہدری عبدالرحمٰن صاحب حال کینیڈا کی پوتی اور مکرم چوہدری محمد احمد صاحب کاہلوں حال کینیڈا کی نواسی ہے۔

احبابِ جماعت سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ نومولودہ کو نیک، صالحہ اور والدین کے لئے قرۃ العین بنائے۔ آمین

رپورٹ میڈیکل کیمپس برائے سہ ماہی اگست، ستمبر، اکتوبر سنہ ۱۹۹۶ء

اِس سہ ماہی میں خدام الاحمدیہ پاکستان کی مختلف مجالس کے تحت کُل ۱۱۲ کیمپس منعقد کئے گئے۔ اِن سے ۱۸۰۹۸ مریضوں نے استفادہ کیا اور اِن پہ ۲۲۳۳۴۳/- روپے خرچ ہوئے۔

نمبر شمار	ضلع	نام مجلس	تعداد کیمپس	تعداد مریضان
۱	ضلع کراچی	مجلس نارتھ کراچی	۲۳	۲۸۹۲
۲	" "	قیادت ضلع کراچی	۶	۸۶۶
۳	" گوجرانوالہ	متفرق مجالس	۵	۲۶۴۹
۴	عمرکوٹ سندھ	" "	۱۹	۱۷۲۱
۵	شیخوپورہ	" "	۳	۲۹۸
۶	بدین	" "	۲	۴۱۰
۷	سیالکوٹ	" "	۸	۱۴۶۳
۸	اِسلام آباد	" "	۲	۱۰۹
۹	میرپورخاص سندھ	" "	۳	۵۴۶
۱۰	فیصل آباد	" "	۱۰	۲۷۷۴
۱۱	لاہور	" "	۷	۶۳۸
۱۲	ربوہ	مقامی	۷	۶۲۴
۱۳	سرگودہا	"	۵	۱۱۴۸
۱۴	جہلم	"	۱	۱۱۷
۱۵	حافظ آباد	"	۸	۱۴۴۸
۱۶	ضلع خانیوال	"	۳	۳۹۵
			۱۱۲	۱۸۰۹۸

(مہتمم خدمتِ خلق)

قابلِ تقلید مساعی خدمتِ خلق بابت ماہ فروری ۱۹۹۷ء مجلس خدام الاحمدیہ مقامی ربوہ

۱۔ موسمِ سرما میں محلہ جات سے ۲۰۵۰ گرم کپڑے اکٹھے کر کے ۱۵۵۰ مستحق افراد میں تقسیم کئے گئے۔ ان گرم کپڑوں میں سویٹرز، جرسی، کوٹ پینٹ سوٹ وغیرہ شامل تھے۔

۲۔ مجلس خدام الاحمدیہ مقامی نے ۳۰۵ عدد اَن سِلے کپڑے اکٹھے کر کے غرباء کو عید کا تحفہ دیا۔ ان سوٹ کی مالیت کم از کم -/۴۵۰۰۰ روپے ہے۔

۳۔ امسال بھی مجلس خدام الاحمدیہ مقامی نے شعبہ خدمتِ خلق کے تحت سنٹرل جیل فیصل آباد میں ۱۳۰۰ قیدیوں میں تحفۃً سامان تقسیم کیا گیا جس کی مالیت تقریباً -/۱۸۴۸۲ روپے ہے تفصیل درج ذیل ہے:۔
• چاول • گھی • چینی • سوجی • سویاں • صابن ہاتھ • صابن کپڑے دھونے والا۔

۴۔ سہ ماہی اوّل میں شعبہ خدمتِ خلق مقامی ربوہ نے ۲۸ فری میڈیکل کیمپ لگائے۔

اللہ تعالیٰ جملہ کارکنان، معاونین و احباب کو اِس خدمت پر اجرِ عظیم سے نوازے۔ آمین

(مرسلہ: مکرم مسعود احمد صاحب سلیمان مہتمم مقامی)

مجلس خدام الاحمدیہ ضلع کوئٹہ کے تحت
اجتماعی وقارِ عمل کا ایک منظر جس میں
محترم ڈاکٹر محمد احمد صاحب اشرف
نائب صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان
بھی شریک ہوئے۔

مجلس خدام الاحمدیہ علی پور
ضلع مظفر گڑھ کے تحت
ہونے والے وقارِ عمل کا ایک منظر

مجلس اطفال الاحمدیہ
ضلع کراچی کے تحت
اطفال وقارِ عمل میں
مصروف ہیں۔

Monthly Khalid Rabwah
Digitized By Khilafat Library Rabwah
Regd. No. CPL-139 Editor. Sayyed Mubashir Ahmad Ayaz March 1997